انا کا سفر

اُمّ مریم

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

"آخر اس میں حرج ہی کیا ہے مام؟" لیگ پیس بہت نفاست سے چھری کی مدد سے کاٹ کر کانٹے میں پھنسا کر اس نے منہ میں منتقل کیا تھا۔ وہ صرف طرحدار نہیں تھی، بہت اعلیٰ ذوق کی مالک اور کسی حد تک مغرور اور خود پسند بھی تھی۔ وہ خوب صورت تھی بلکہ بے حد خوب صورت تھی۔ جبھی ہر جگہ توصیف اور ستائش سے بھی نوازی جاتی۔ یہ تعریف وصول کرنا اس کی خوب صورتی کا حق تھا۔ یہ اس کا

ناولٹ

انا کا سفر

اُمِ مریم

قطعاً ذاتی خیال تھا۔ مغرور اور بے نیاز تھی جبھی اپنے آگے کسی کو نہ گردانتی مگر وہ شانزے تھی جو اس کے عشق میں مبتلا ہوگئی تھی اور کچھ اس طرح سے اس پر فدا ہوئی تھی کہ پھر اس عشق کا تھوڑا اثر اس کے اندر بھی منتقل ہوگیا تھا۔ شانزے کو یقین تھا یہ اس کی دعا کا نتیجہ تھا۔ جو قبولیت کی سند پا گئی تھی۔

ان کی ملاقات کالج میں ہوئی تھی۔ دو سال ان کے ہم نوالہ و ہم پیالہ کی حیثیت سے گزرے تھے۔ شانزے کا تعلق ایک جاگیردار گھرانے سے تھا جبھی وہ روایتوں کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔ اس کے برعکس صلہ مشہور و کامیاب صنعت کار کی بیٹی تھی۔ وہ صرف دو ہی بہن بھائی تھے۔ آفاق تعلیم کے سلسلے میں ملک سے باہر تھا، ڈیڈی صلہ کو بھی ہائر اسٹڈیز کے لیے ملک سے باہر بھیجنے کے خواہش مند تھے مگر وہ انوکھی ضد لگا کر بیٹھ گئی۔ ہاسٹل میں شانزے کے ساتھ رہنے کی ضد...... جسے کم از کم مام نے بالکل پسند نہیں کیا تھا۔ ایک عام سی لڑکی شانزے کے لیے اپنی بیٹی کا یوں دیوانہ ہو جانا انہیں کچھ ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ جبھی اس کی اس فرمائش کو سنتے ہی ان کی تیوریاں چڑھنے لگی تھیں۔

''حرج کیوں نہیں ہے، یہ ہمارا اسٹینڈرڈ نہیں ہے صلہ، کسی بھی لحاظ سے یہ بات تمہیں ہرگز نہیں بھولنی چاہیے کہ ہمارے خواب بہت اونچے ہیں تمہارے لیے۔ تم اپنا برائٹ فیوچر چھوڑ کر ایک معمولی لڑکی کی خاطر دو سال ہاسٹل میں سڑنا چاہتی ہو۔ دماغ خراب ہوگیا ہے تمہارا۔'' ان کے لہجے میں ناگواری تھی۔ انہیں یہ بات اس قدر برہم کر چکی تھی کہ ہاتھ میں موجود اپنے پسندیدہ جوس کا گلاس انہوں نے زوردار آواز کے ساتھ ٹیبل پر دھر دیا تھا مگر سامنے ان کی بیٹی تھی۔ جس کے انداز سے تلخی د برہی جھلکنے لگی تھی۔

''وہ معمولی لڑکی آپ کی بیٹی کی بیسٹ فرینڈ ہے۔ اس کے اہم ہونے کی یہی سب سے اہم دلیل ہے اور ڈیڈ میں فی الحال صرف ہاسٹل جاؤں گی۔ ہاں بعد میں اگر مام چاہیں تو یو کے بھی چلی جاؤں گی مگر فی الحال ہاسٹل......'' اس کا انداز قطعی اور دوٹوک تھا۔ اپنی بات کہہ کر وہ رکی نہیں تھی۔ کرسی دھکیل کر وہاں سے ایک جھٹکے سے چلی گئی۔ مما نے طیش بھرے انداز میں ڈیڈ کو دیکھا۔ ایسا طیش زدہ انداز جس سے بے بسی بھی جھلکتی تھی۔ گویا وہ ڈیڈ سے صلہ کے رویے کی شکایت کر رہی تھیں۔ وہ ماں، بیٹی کے اس جھگڑے میں ہمیشہ کی طرح اس وقت بھی محض کاندھے اُچکا سکے تھے۔

☆☆☆

''آج ہم کالج سے واپسی پر سپر مارکیٹ چلیں گے۔'' کلاس بنک کر کے وہ دونوں اس وقت کینٹین میں تھیں۔ صلہ کے ہاتھ میں چیز برگر تھا ساتھ میں پیپسی کا ٹن پیک، شانزے بھی یہی کھا رہی تھی۔ اسے ہمیشہ ہی صلہ کو فالو کرنا اچھا لگتا تھا۔

''مارکیٹ...... اب کیا لینا ہے؟ ابھی کچھ دن پہلے تو مارکیٹ گئے تھے۔'' مارکیٹ کا سنتے ہی شانزے جز بز ہونے لگی جس کے جواب میں صلہ نے اسے گھورنا فرض سمجھا۔

''خبردار جو جانے سے انکار کیا ہو۔ میرے کزن کی شادی ہے۔ مجھے اپنے لہنگے کے ساتھ میچنگ جوتے چاہئیں۔ جیولری بھی لے لوں گی اور وہ تمہارا کھڑوس منگیتر ہر روز یہاں شہر کے وزٹ کو نہیں نکلا ہوتا جو باہر جانے کا سنتے ہی جان نکلنے لگتی ہے تمہاری۔'' وہ بلا جھجک اسے جھاڑنے لگی۔ شانزے کی کیا مجال تھی برا مان جاتی۔ منمنا کر کہا تو بس اتنا۔

''یار وہ پچھلی بار بھی انہوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔''

''ہاں تو...... کہا تو نہیں تھا ناں کچھ۔ الٹا تمہیں چائے پلوانے اور آئس کریم کھلانے کی آفر دے رہا تھا۔ ویسے بڑی جھوٹی ہے تو شانزے۔ ہمیشہ تو اس کی بے حسی اور لاتعلقی کے رونے روتی رہتی ہے اور تب تو وہ......'' بات ادھوری چھوڑ کر وہ اسے گھورنے

لگی۔ شانزے بری طرح سے جھینپی تھی۔

''رئیلی...... قسم سے یار۔ اس دن تو ان کے یکسر بدلے ہوئے انداز نے مجھے بھی کچھ کم حیران نہیں کیا۔ وہ تو وہاں حویلی میں بھی سامنا ہونے پر کبھی مجھ سے بات نہیں کرتے۔'' شانزے کے لہجے میں اب بھی حیرت نمایاں تھی۔ البتہ صلہ کے چہرے سے تنفر و نخوت جھلکنے لگی۔

''اچھی بھلی خوب صورت ہو تم۔ وہ خود ہے کیا جو اتنی بے نیازی برتتا ہے۔ اونہہ اجڈ، دیہاتی میں تو اب بھی کہتی ہوں صاف انکار کر دو اس سے شادی کرنے کے لیے۔'' صلہ کے پاس ایسے مفت کے مشورے وافر مقدار میں جمع رہا کرتے تھے۔ شانزے تڑپ سی گئی۔

''ایسے تو مت کہو صلہ ڈیئر، اتنا برا بھی نہیں ہے بے چارہ بلکہ مجھے تو اچھا ہی لگتا ہے۔'' اور صلہ نے اس آخری بات پر خصوصی طور پر نخوت زدہ انداز میں سر جھٹکا تھا۔ شانزے سے دوستی کو زیادہ عرصہ نہیں بیتا تھا۔ تب اس کی پہلی بار بالکل اتفاقیہ حیدر سے ملاقات ہوگئی تھی۔ وہ شانزے سے نوٹس لینے ہاسٹل آئی تھی۔ اس کے لیے نوٹس ہمیشہ شانزے ہی بنایا کرتی تھی۔ اس دن شانزے اپنے ساتھ فائل لانا بھول گئی تھی۔ تبھی صلہ کو اس کے ہمراہ ہاسٹل آنا پڑا تھا۔ نوٹس والی فائل لے کر وہ واپس آ رہی تھی کہ شانزے بھی اسے گیٹ تک خدا حافظ کہنے چلی آئی تھی حالانکہ کاریڈور سے آگے جانے کی اجازت نہیں تھی تو اسے اندر سے ہی رخصت کر دیا کرتی تھی مگر شانزے کی بوکھلاہٹ نے صلہ کو حیرانی میں مبتلا کر دیا تھا۔

''کیا ہوا یار، جنگل میں شیر دیکھ لیا کیا؟'' اس نے مذاق اڑایا تھا۔ شانزے کی فق رنگت پر اس کی ہنسی نکل گئی تھی۔ اسے عادت تھی معمولی باتوں پر بھی حد سے زیادہ گھبرا جانے کی۔

''یہی سمجھ لو، شیر بھی خونخوار...... سامنے حیدر کھڑے ہیں۔ اب میری خیر نہیں ہے صلہ۔ انہیں میرا یوں بے مہار باہر آ نکلنا پسند نہیں۔'' شانزے نے سر پر اوڑھے دوپٹے کو اضطرابی کیفیت کے زیر اثر کھینچ کر پیشانی تک کیا۔ حیدر کے دیکھ لینے کے باعث وہ منظر سے غائب ہونے کی پوزیشن میں بھی نہیں رہی تھی البتہ خوف نے حالت ضرور پتلی کر دی تھی۔ صلہ کو اس کا یہی خوف غصہ دلا رہا تھا۔ اس نے گردن موڑ کر گیٹ کے پار دیکھا۔ ہاسٹل کے آگے سبزے کی باڑھ تھی۔ اس کے پار کھڑ کھڑاتے لباس میں ملبوس گرے پجارو سے ٹیک لگائے بڑی بڑی مونچھوں والا دراز قد نوجوان کھڑا نظر آیا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں یقیناً غصے کی ہی سرخی تھی۔ اونچا لمبا دیہاتی سا...... وہ شانزے کے منگیتر کی حیثیت سے صلہ کو ایک آنکھ نہیں بھا سکا۔ اس سے پہلے وہ شانزے کے پاس اس کی تصویریں بھی دیکھ چکی تھی۔ تب بھی اس نے ناک بھوں چڑھائی تھی اور بلا جھجک اسے منگنی ختم کرنے کا مشورہ بھی دے چکی تھی۔

''ہمارے ہاں اس طرح نہیں ہوتا صلہ۔ اگر بالفرض میں حیدر کو پسند نہ آتی اور وہ مجھ سے شادی نہ کرتے تب بھی مجھے عمر بھر انہی کے نام پر بیٹھنا تھا۔''

اس کی بات سن کر صلہ نے ان کی روایات پر بے حد تنقید کرتے ہوئے شانزے کو بھی کافی باتیں سنائی تھیں کہ وہ کنویں کی مینڈک ہے۔ جسے روایات عزیز ہیں اپنا مفاد نہیں وغیرہ وغیرہ۔ صلہ کو خود بھی یہ ساری باتیں یاد تھیں جبھی اس ٹکراؤ پر اس نے حیدر سے الجھنے کی خواہ مخواہ کوشش کی تھی بلکہ شانزے کے بقول اس سے پنگا لیا تھا۔

''تو آپ ہیں شانزے کے منگیتر؟'' وہ تلملاتے ہوئے جا کے اس کے سر پر سوار ہوئی تھی۔ انداز میں ناگواری و تمسخر کے ساتھ اپنی ذات کا زعم اور تکبر بھی شامل تھا۔ اس کا اعتماد ایسا قابلِ دید تھا کہ وہ سامنے والوں کے چھکے چھڑانے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ حیدر نے چونک کر اور بھویں سکیڑ کر اسے بغور دیکھا تھا۔ بے حد فیشن زدہ لڑکی ہیر کٹ کیے

ہوئے ریشمی خوب صورت بال، بے تحاشا حسین اور نُسبک نقوش۔ پورے چہرے پر گویا حکمرانی کرتی ہوئی آنکھیں ......اور اس کی نظریں ایک مرد کی نظریں تھیں۔

''ہاں...... آپ کو اعتراض ہے؟'' حیدر کے لہجے میں مخصوص قسم کی رعونت اور بے نیازی تھی مگر صلہ کہاں خاطر میں لاتی۔ جبھی اس نے بے پناہ اعتماد کے ساتھ کندھے جھٹک دیے تھے۔

''اگر میں کہوں مجھے اعتراض ہے تو کیا آپ شانزے سے اپنا موجودہ تعلق ختم کرلیں گے؟'' اس کے سوال نے مخالف کو صرف ٹھٹکایا نہیں تھا...... اس کی آنکھیں بھی دہکا کے رکھ دی تھیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے۔ عورت اپنے دائرے سے باہر نکلے تو پھر نقصان کا خمیازہ اسے ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ حیدر کے جواب نے یہی واضح کیا تھا۔

''تو میں کہوں گا نہیں...... صرف یہی نہیں بلکہ میں اس گستاخی کی سزا کے طور پر آپ سے بھی شادی کروں گا اور آپ کو اعتراض کا بھی حق نہیں دوں گا۔'' جواب تھا کہ طمانچہ...... صلہ تو جیسے ہل کر رہ گئی۔ اس کی آنکھیں اس عزت افزائی پر دہک کر انگارہ ہوگئی تھیں۔

''شٹ یور ماؤتھ...... مسٹر حیدر تم ہو کیا چیز؟ کبھی آئینے میں صورت دیکھی ہے اپنی۔'' وہ پھٹ پڑی تھی اور لڑنے مرنے کو تیار بھی۔ اس کے برعکس شانزے ہراساں اور متوحش تھی پھر بڑی مشکل سے وہ صلہ کو کھینچ تان کر وہاں سے لے گئی اور گھنٹوں کے حساب سے منت ترلے کرکے اسے منایا تھا۔

''جاہل، اِل مینرڈ، گھٹیا انسان۔ وہ اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے آخر؟'' وہ سلگتی اور چیختی رہی تھی۔

''تمہیں انہیں کچھ کہنا ہی نہیں چاہیے تھا صلہ۔'' شانزے کے چہرے پر بے بسی اور بے چارگی تھی۔ ابھی حیدر سے اسے پتا نہیں کیا کچھ سننے کو ملنا تھا۔

''تم ٹھیک کہتی ہو۔ مجھے اس منحوس کے منہ لگنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ ڈیم اٹ۔'' غصے سے کہتی صلہ نے تو وہ بات وہ معاملہ وہاں ختم کردیا تھا مگر حیدر ہضم نہیں کرسکا تھا، اس بات کا اندازہ صلہ کو بہت بعد میں جاکر ہوا تھا۔

☆☆☆

حالانکہ اگلی ہی ملاقات میں جو خالصتاً اتفاقی تھی۔ حیدر اپنے روّیے کی بہت شائستگی سے معذرت کرچکا تھا۔ اس باران کا ٹکراؤ مارکیٹ میں ہوا تھا۔ وہ شانزے کو زبردستی ساتھ لیے ونڈو شاپنگ کرتی پھر رہی تھی۔ جب ایک دکان سے نکلتے ہوئے اس کا حیدر سے تصادم ہوگیا۔ یہ ٹکراؤ اتنا شدید تھا کہ صلہ کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھا گیا.... شاپنگ بیگ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر پیروں میں جاگرا مگر حواس ٹھکانے آنے کے بعد اسے روبرو پاتے ہی وہ مشتعل نظر آنے لگی۔

''تم......؟'' وہ آنکھیں نکال کر جس طرح غرائی تھی سب سے زیادہ شانزے گھبرائی تھی۔

''آئی ایم سوری فار دیٹ میم۔'' حیدر نے بے اختیار دفاعی ومفاہمتی انداز میں دونوں ہاتھ اٹھائے پھر خوش اخلاقی کے ریکارڈ توڑتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

''کیسی ہیں آپ؟'' اس بدمزاجی کے جواب میں اس کا سامان اٹھا کر بڑے عاجزانہ انداز میں اسے پیش کرتے ہوئے وہ کتنے رسان سے کہہ رہا تھا۔ صلہ نے اپنے بیگز جھپٹے اور شانزے کا ہاتھ پکڑ کر برہم انداز میں اپنے ساتھ گھسیٹ لیا۔ وہ اتنی خفا تھی کہ اس کی بات کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

''شانزے آپ اپنی ڈیئر فرینڈ سے میری سفارش کردیں ناں پلیز۔'' حیدر نے انہیں چند قدموں میں ہی جالیا تھا اور اتنی لجاجت سے بولا تھا کہ شانزے تو گنگ ہونے لگی کیونکہ جانتی تھی کہ عاجزی و انکساری کبھی اس کا مزاج نہیں رہی تھی البتہ صلہ کے

چہرے پر شدید ناگواری کے آثار تھے۔

''دیکھیں مسٹر خواہ مخواہ چپک جانے والے لوگ مجھے بالکل پسند نہیں۔'' اس نے جتانا ضروری خیال کیا مگر وہ شرمندہ نہیں ہوا۔

''مگر میری مجبوری ہے۔ آپ سے بگاڑ نہیں سکتا۔'' سر کھجا کر وہ یکسر بدلے ہوئے انداز میں بے بسی سے بولا تو صلہ نے اسے تیکھی نظروں سے گھورا۔

''مجبوری اور وہ بھی آپ کی؟'' اس کا لہجہ سراسر طنز آمیز تھا۔ حیدر نے جواب میں قہقہہ لگایا۔

''یار سالی آدھی گھر والی ہوتی ہے۔ میں چاہتا ہوں......''

''مگر میں شانزے کی بہن نہیں جسٹ فرینڈ ہوں۔'' اس نے تصحیح کی تو حیدر نے بے پروائی سے کاندھے جھٹک دیے تھے۔

''جو بھی ہیں میرے لیے بہت اہم ہیں۔''

''کون شانزے؟'' صلہ کے انداز میں خفیف سی شرارت تھی۔ بہرحال وہ کسی بات کے پیچھے پڑنے کی قائل نہیں تھی۔ جواب میں حیدر کی آنکھوں میں عجیب سی تپش اتر آئی تھی۔

''اس سوال کے جواب کو میں کسی خاص وقت کے لیے اٹھا کر رکھتا ہوں۔'' اس کی مسکراہٹ بھی عجیب تھی جسے صلہ نے سمجھا اور جانا ہی نہیں بلکہ کوشش ہی نہیں کی شاید وہ فطرتاً بے پروا اور بے نیاز تھی حالانکہ ایک عورت کو بے پروائی و بے نیازی اکثر معاملات میں سوٹ نہیں کرتی۔ اس کے لیے یہ شدید نقصان کا باعث بنتی ہے۔

''چلیں، بیگم سے رونمائی کے وقت کہہ دیجیے گا۔'' وہ اسی بے پروا انداز میں ہنسی۔

''آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔'' حیدر نے نہایت فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے سرِ تسلیم خم کردیا تھا۔ یوں وہ تلخی اور چپقلش ختم ہوگئی جس کا آغاز پہلی ملاقات میں ہوا تھا۔ حیدر انہیں کافی پینے یا آئس کریم کھانے پر زور ڈالتا رہا تھا مگر صلہ پر عجلت سوار تھی۔

''ڈیو رہی آپ پر...... اور سنیں آپ اگر یہ اپنی بھاری بھرکم مونچھیں کٹوادیں تو کچھ بھلے لگیں گے یقیناً۔'' جاتے جاتے بھی وہ اسے چھیڑنے سے باز نہیں آئی۔ دوستی اور بے تکلفی کے لیے اس کے نزدیک مرد، عورت کی تخصیص نہیں تھی۔ یہ اس کے ماحول کا بھی اثر تھا اور ذہن کی خرابی بھی مگر اسلام میں اللہ نے کچھ حد بندیاں قائم کی ہیں جنہیں پھلانگنے والے نافرمان کہلاتے ہیں اور قابلِ گرفت ٹھہرتے ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

☆☆☆

اگلی ملاقات میں جب اس نے حیدر کو مونچھوں کے بغیر دیکھا تو حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکی پھر زور سے ہنس کر شرارت آمیز انداز میں بولی۔

''ارے واہ، آپ تو ماشاءاللہ بڑے فرمانبردار شوہر ثابت ہونے والے ہیں۔'' جواب میں حیدر کی نگاہوں کی مردانگی کے مخصوص بے باک انداز نے اسے بہت تفصیلاً دیکھا تھا۔

''تو پھر غور کرلیں ناں جلدی سے۔''

''یہ تو شانزے کا کام ہے۔ میں تو اسے اب بھی سمجھاتی ہوں کہ کرلے غور مگر بے چاری مشرقی لڑکی ایک ہی کھونٹے سے بندھی رہنا چاہتی ہے۔'' وہ حیدر کی ذومعنی بات کو سمجھے بغیر اپنی ہانکے گئی جبکہ شانزے اس کے جتنی بے وقوف نہیں تھی جبھی اس کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا تھا۔ حیدر نے بھی ہونٹ بھینچ لیے تھے۔ شاید نہیں یقیناً اسے صلہ کی آخری بات نے ناگواری بخشی تھی۔

''ان گرمیوں کی چھٹیوں میں آپ شانزے کے ساتھ ہمارے ہاں آکر ٹھہریں۔'' حیدر نے اسے خاصی تاخیر سے مخاطب کیا تھا مگر صلہ کے چہرے پر تمسخر پھیل گیا تھا۔

''آپ کے گاؤں...... مر نہ جاؤں گی میں وہاں اتنی گرمی میں۔ چھٹیوں میں تو ہم ہمیشہ یو کے جاتے ہیں۔ اب بھی وہیں کا ارادہ ہے۔''

''ہماری حویلی میں بھی ہر قسم کی سہولتیں ہیں۔ چلیں زیادہ نہ سہی چند دنوں کو تو آئیں ناں۔'' وہ اصرار کیے گیا اور صلہ نے مروتاً حامی بھرلی۔

☆☆☆

''مجھے لگتا ہے حیدر سے اب تمہاری دوستی ہوگئی ہے پھر اب کیا حرج ہے اس بات کے بارے میں؟'' اس نے اپنی ضد پوری کی تھی اور شانزے کی خاطر اپنے گھر کے عیش و آرام چھوڑ کر شانزے کے پاس ہاسٹل میں شفٹ ہوگئی تھی۔ شانزے کی خوشی کا تو ٹھکانا ہی نہیں تھا مگر حیدر کے ساتھ اس کی یہ صلح بھی اسے کچھ کم سرشار نہیں کررہی تھی۔

''دوستی کہاں یار۔ میں تو تمہاری وجہ سے اس گھونچو کا کچھ لحاظ کرتی ہوں ورنہ پسند وسند تو وہ مجھے اب بھی نہیں ہے بلکہ میری آفراب بھی برقرار ہے۔ کردو انکار...... اپنے بے حد اسمارٹ اینڈ ہینڈسم بھائی کے لیے تمہارا رشتہ مانگ لوں گی۔'' اس کے لہجے میں صرف شرارت نہیں تھی سچائی کا بھی رنگ غالب تھا۔ جن دنوں ان کی دوستی کا آغاز ہوا تھا۔ ان کی ایک دوسرے سے محبت و یگانگت کے مظاہروں کی بدولت ان کی ایک کلاس فیلو نے ازراہِ مذاق وہ بات کہی تھی جسے بعد میں شانزے نے دل پر لکھ لیا تھا۔

''یار شا کی بات قابلِ غور ہے۔ میں سوچ رہی ہوں ہم ایک ہی آدمی سے شادی کرلیں تاکہ ہمیں کوئی ایک دوسرے سے الگ نہ کرسکے۔'' شانزے کی سنجیدگی سے کی گئی بات کے جواب میں وہ اتنا جھلائی تھی کہ ہاتھ میں موجود بھاری بھرکم کتاب اس کے سر پر دے ماری تھی۔

''بکومت یہ بات محض مذاق کی حد تک ہی ٹھیک تھی۔ شوہر شیئر کرنے کی چیز نہیں ہوتا۔''

''کیوں نہیں ہوتا؟ مرد کی اسلام میں ایویں ہی چار شادیوں کی اجازت ہے۔'' وہ چمک کر بولی تو صلہ نے اسے گھورا اور بات ختم کرنی چاہی۔

''وہ اعلیٰ ظرف عورتیں ہوں گی۔''

''اور تمہارے معاملے میں، میں بہت اعلیٰ ظرف ہوں۔'' شانزے نے شرارتی مسکراہٹ سمیت کہا تو صلہ اسے آنکھیں دکھانے لگی مگر وہ پروا کیے بغیر اپنے سوٹ کیس سے تصویروں کا البم نکال لائی۔

''یار تم ایک نظر حیدر کو دیکھو تو۔ ہمارے گاؤں کی ساری لڑکیاں اس گبرو جوان پر مرتی ہیں۔'' اور جب اس گبرو جوان کی صلہ نے تصویر دیکھی تو کیسے بدک گئی تھی۔

''اس پر گاؤں کی لڑکیاں ہی مرسکتی ہیں۔ میں شہر کی طرحدار اعلیٰ چوائس رکھنے والی لڑکی ہوں۔ خبردار جو آئندہ تم نے اتنی فضول بات کی ہو تو...... اگر اتنا ہی میرے ساتھ رہنے کا شوق ہے تو اپنے پینڈو کو گڈبائے کہہ دو۔ رئیلی میں اپنے بھائی کے لیے لے آؤں گی تمہیں۔'' اب کے وہ سنجیدہ تھی جبکہ شانزے کا منہ لٹک گیا تھا۔

''تمہیں حیدر کے غصے کا پتا نہیں ہے، جان سے تو مارسکتا ہے مجھے مگر کسی اور کا نہیں ہونے دے سکتا پھر یار اس کا فائدہ بھی تو نہیں ہے نا کوئی...... میرا مقصد تمہارے ساتھ رہنا ہے تمہارے گھر نہیں کیونکہ تم تو بعد میں سسرال سدھار جاؤ گی۔''

''چلو تمہاری خاطر میں شہریار کو گھر داماد بننے پر فورس کروں گی۔ بہت پسند کرتا ہے مجھے......شاید مان جائے میری یہ بات۔'' وہ کھلکھلائی تھی اور اپنے کزن کا حوالہ دیا جس سے اس کی نسبت تقریباً طے تھی۔

''اگر میرے لیے کچھ کرنا چاہتی ہو تو پھر گھر کے بجائے دل میں گنجائش نکالو میری جان...... شہریار کو مجھ سے شیئر کرلو۔ میں تمہاری خاطر گھر سے بھاگ آئی ہوں۔'' شانزے اب بھی مذاق نہیں کررہی تھی۔ اس کی سنجیدگی نے ہی صلہ کو گمبھیر سنجیدگی میں مبتلا کیا تھا بلکہ اس کی ساری چونچالی اور مذاق دھرارہ گیا تھا۔ اس نے پہلی بار اسے بے حد خفگی سے دیکھا۔

''تم اس قدر فضول بات بھی کرسکتی ہو شانزے، آئی کانٹ بلیواِٹ۔'' اور شانزے کی تو جان ہی اس کی ناراضی کے آگے ہوا ہونے لگتی تھی جبھی اس وقت بھی شپٹا گئی تھی۔

''میں مذاق کررہی تھی یار، ریلیکس۔''

''مجھے ایسا مذاق بھی نہیں پسند۔ تمہارے دل میں یہ گنجائش ہو تو ہو میرے دل میں نہیں ہے۔'' اس نے بے حد سختی سے کہا تھا اور اٹھ کر وہاں سے چلی گئی تھی۔

☆☆☆

''اُف اتنا یونیک اور اسٹائلش ڈریس کہاں سے لیا؟'' صلہ کالج سے لوٹی تو شانزے کے بستر پر پڑی وہ شرٹ اٹھا کر دیکھتے ہوئے ستائش اس کی آنکھوں میں سمٹ آئی تھی۔ وہ بلیک علاقائی ڈریس تھا جس پر شوخ رنگوں کے دھاگوں سے بہت خوب صورت کڑھائی کی گئی تھی۔ پورے کرتے پر ننھے ننھے شیشوں کا جال پھیلا تھا۔ جو ہلکی سی جنبش پر بھی جگمگاہٹ بکھیرتا تھا اور یہی اس لباس کی خوب صورتی تھی۔

''اماں نے بھیجا ہے، آج ہی حیدر دے کر گئے ہیں۔'' شانزے آج طبیعت کی خرابی کے باعث کالج نہیں گئی تھی۔

''تو یوں کہو نا منگیتر صاحب تحفہ لائے تھے۔'' وہ آنکھیں نچا کر بولی تو شانزے نے ٹھنڈی سانس بھری۔

''لائے تو وہی تھے مگر بھیجا ہوا اماں کا ہے۔ حیدر کو تو یہ بھی علم نہیں ہوگا کہ اس شاپر میں ہوگا کیا۔ ویسے تمہارا بالخصوص پوچھ رہے تھے۔'' شانزے نے خاص طور پر جتایا جسے صلہ نے اپنے دھیان میں محسوس نہیں کیا تھا۔

''سنو فیئرویل پارٹی میں میں یہی ڈریس پہن رہی ہوں، اوکے؟'' صلہ بولی۔

''اتنا پسند آیا ہے تمہیں صلہ تو تم ہی رکھ لو یار، یہ دیکھو میچنگ چپل بھی ہے۔'' شانزے نے دوسرا شاپنگ بیگ اٹھایا اور جوتے کا ڈبا...... کھول کر ویسی ہی رنگین دھاگوں کی کڑھائی سے مزین نازک سی لیدر چپل سامنے کی جو سوٹ سے میچ کررہی تھی۔ صلہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''واؤ......امیزنگ یار سو بیوٹی فل۔'' اس نے فوری طور پر اپنے جوتے کے اسٹریپ کھول کر اپنا دودھیا سفید مخمل جیسا نرم گداز پیر خوشنما چپل میں اٹکایا چپل جیسے ایک دم انمول ہوگئی۔

''زبردست...... صلہ مجھے تو لگ رہا ہے یہ بنائی ہی تمہارے لیے گئی ہے۔ دیکھو کتنا جچ رہی ہے تمہیں۔'' شانزے نے دل سے تعریف کی تھی وہ بے ساختہ کھلکھلائی۔

''اپنے پاس رکھو یار اسے۔ میں بس ایک بار ہی پہنوں گی۔'' شانزے کو دونوں چیزیں اس کی الماری میں رکھتے دیکھ کر اس نے بے اختیار ٹوکا تھا۔

''نہیں، اب یہ تمہاری ہوئیں۔'' وہ مسکرادی۔

''اتنی فراخ دلی اچھی نہیں ہوتی شانزے ڈارلنگ۔'' صلہ نے نصیحت کرنا ضروری خیال کیا۔

''میں صرف تمہارے معاملے میں فراخ دل ہوں۔ مجھے اس بات کا پختہ یقین ہے کہ تم مجھے کبھی نقصان نہیں پہنچاؤ گی۔'' شانزے کے مان و یقین پر صلہ نے کندھے اچکا دیے تھے۔

☆☆☆

ان کے ایگزامز ختم ہوئے تو چھٹیاں شروع ہوگئیں۔ اسی روز حیدر آن دھمکا تھا۔

''میں آپ لوگوں کو لینے آیا ہوں۔'' وہ شاید صلہ سے ہی مخاطب تھا۔ صلہ جزبز ہوئی۔

''لیکن میں تو آپ کو منع کرچکی ہوں۔'' اس نے صاف انکار کردیا۔

''یہ تو نہیں ہونا چاہیے، آپ ہمیں میزبانی کا شرف تو بخشیں۔ یقین کریں آپ کو شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔'' پھر یہ بحث طول پکڑنے لگی تھی جس

سے عاجز ہو کر صلہ نے یہ کہہ کر ہامی بھر لی تھی کہ ممی سے بات کروں گی۔ جس کی اس نے فراخدلی سے اجازت دے دی۔

"ہاں تو آپ کرلیں بات آنٹی سے...... چاہیں تو شانزے کو بھی ساتھ لے جائیں اپنے گھر۔ میں شام میں آپ دونوں کو پک کرلوں گا۔" وہ بہت اطمینان بھرے انداز میں کہہ کر چلا گیا جبکہ وہ جھنجلا کر رہ گئی۔

"یار تمہارا فیانسی بھی عجیب لسوڑا آدمی ہے۔ جان کو آجاتا ہے قسم سے۔" اور شانزے کچھ کہے بغیر بس دانت نکالتی رہی... پھر گھر آنے پر مام سے ایک بار پھر زوردار بحث ہوئی تھی۔ وہ ہرگز بھی اسے یکسر غیر اور انجان لوگوں میں بھیجنے پر آمادہ نہیں تھیں اور وہ محض شانزے کی وجہ سے بحث کیے جارہی تھی۔

"شازی بھی تو ہمارے گھر آتی ہے ناں۔"

"وہ گھنٹے دو گھنٹے کو آتی ہے۔ تم راتوں اور دنوں کو جاؤ گی۔ کوئی تُک نہیں ہے یہ۔"

"کیوں تُک نہیں ہے؟ ویسے تو آپ بہت لبرل بنتی ہیں۔ مجھے اسٹڈی کے لیے تنہا یوکے بھیج سکتی ہیں۔ یہاں اپنی فرینڈ کے گھر نہیں، وائے؟" اسے واقعی غصہ آنے لگا تھا خواہ مخواہ کی فضول ضد سے۔

"یہ ایک یکسر مختلف بات ہے پھر وہ لڑکا تم میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہے؟ فیانسی کی فرینڈ سے اسے بھلا کیا لینا دینا؟" ممی نے اپنے اعتراض کی اصل وجہ بالآخر بیان کردی اور صلہ نے جیسے سر پیٹ لیا تھا۔ اس نے سوچا تھا اسے اصل بات ممی کو نہیں بتانی چاہیے تھی۔

"میں حیدر کی وجہ سے نہیں، شانزے کی خاطر جارہی ہوں، مائنڈ اٹ۔" وہ تلملانے لگی۔

"تم ہاسٹل شانزے کے ساتھ ہی اتنا عرصہ رہی ہو۔ اب یہ چونچلے ختم کرو، مجھے بالکل پسند نہیں۔" ممی نے جھڑک دیا تھا اور وہ غصے میں آگئی۔

"مجھے ہر صورت جانا ہے ممی...... میں بتا رہی ہوں۔ ڈیڈ سے میں نے بات کرلی ہے۔ انہیں بہرحال آپ کی طرح خواہ مخواہ اعتراض نہیں ہے۔" پیر پٹخ کر کہتی وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ وہاں شانزے اس کی وارڈ روب کھولے اس کے کپڑے بیگ میں رکھ رہی تھی۔ گویا اس کی تیاری میں مصروف تھی، اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"مل گئی اجازت؟"

"اجازت ہی اجازت ہے یار ڈونٹ وری۔" اس نے اپنا موڈ بحال کرلیا۔ وہ شانزے پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ ممی آمادہ نہیں تھیں۔ اس نے شانزے پر ہمیشہ اپنی فیملی کا تاثر براڈ مائنڈ لوگوں کا ڈالا ہوا تھا اور یہ سچ بھی تھا۔ اس کے خیال میں کبھی کبھار ممی پر ہی دقیانوسیت کا دورہ پڑ جاتا تھا، وہ بھی صرف اس کے معاملے میں۔ ایسے میں وہ ضد میں آکر ہر وہ کام لازمی کیا کرتی تھی۔ وہ بھی کسی نفع نقصان کے احساس سے بے نیاز ہوکر۔

☆☆☆

شام کا وقت تھا۔ فضا پرندوں کے پروں کی کاٹ سے بوجھل تھی۔ دور کہیں سے کولہو کے چلنے کی یاسیت آمیز آواز بھی فضا میں گونجتی تھی۔ ماحول میں حبس تھا اور چہار سو غبار پھیلا ہوا تھا۔ یہ تینوں اگلے دن سہ پہر کے وقت حویلی پہنچے تھے۔ یہ حویلی ویسی نہیں تھی جیسے صلہ کے تصور میں آباد تھی۔ بڑے بڑے دالانوں اور برآمدوں والی...... جس کی دیواریں سنگ مرمر کی تو رنگین شیشوں کی بڑی بڑی کھڑکیاں۔ یہ عام سی حویلی تھی البتہ صحن بہت وسیع رقبے پر پھیلا ہوا تھا اور یہاں درختوں کی بہتات تھی۔ ہر قسم کے درخت جن کے پتے صحن کے فرش پر اڑتے پھرتے تھے۔ جنہیں ایک ملازمہ لمبے جھاڑو کی مدد سے وقفے وقفے سے سمیٹتی مگر ہوا کا ایک زوردار جھونکا پھر سے آنگن کو خشک پتوں سے بھر جاتا۔ انہی درختوں کے نیچے چند چارپائیاں بچھی تھیں جن پر حویلی کی بزرگ خواتین براجمان تھیں جو روایتی ریشمی کپڑوں اور زیورات سے لدی پھندی نہیں تھیں۔ ان کے ملبوسات موسم کی مناسبت سے تھے۔ ایک شانزے کی والدہ اور دوسری تائی ماں یعنی حیدر کی اماں تھیں۔ دو جوان لڑکیاں تھیں جن کا تعارف حیدر اور شانزے کی بھابیوں کے طور پر سامنے آیا تھا۔ موسمی پھلوں کے ٹوکرے وہاں موجود تھے اور بھابیاں اپنی نگرانی میں یہ پھل دھلوا کر اندر فریج میں رکھوا رہی تھیں۔ بزرگ خواتین اچار ڈالنے کا اہتمام کررہی تھیں۔ شانزے کے ساتھ صلہ کا بھی والہانہ استقبال ہوا تھا۔

"تیری شہرن سہیلی واقعی بہت سوہنی ہے شازی، میم ہے بالکل۔" تائی ماں نے خاص طور پر صلہ کو گلے لگا کر بھینچ بھینچ کر پیار کیا تھا۔ ان کے سادہ اور پُرخلوص انداز کے باوجود صلہ کو ان کا یہ ملنے کا اجڈ طریقہ گراں گزرا تھا۔

"ایویں تو میں اس کی اتنی تعریفیں نہیں کرتی تھی تائی ماں۔ یونہی عاشق نہیں ہوگئی اس پر بالکل شہزادی لگتی ہے ناں!" جواب میں شانزے کا جوش دیکھنے لائق تھا۔

"میں بہت تھک گئی ہوں اور مجھے بھوک بھی لگی ہوئی ہے۔" جب تائی ماں کے بعد شانزے کی اماں نے اور بھابیوں نے بھی اسے گلے لگا کر پیار کیا تو وہ بیزاری سے کہتی شانزے کے قریب ہوئی تھی۔ یہ بھی یہاں سے جان بخشی کرانے کا اِک بہانہ تھا جسے سمجھ کر شانزے کھسیا سی گئی۔

"سوری یار...... آؤ اندر چلتے ہیں۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ وہاں سے لے گئی۔

"چائے پیو گی یا شربت بنوا لوں؟" اسے کمرے میں لا کر شانزے نے پنکھا اور اے سی ایک ساتھ چلا دیا۔

"شربت...... نو...... تم چائے بنواؤ میں جب تک باتھ لے لوں۔" وہ اپنے کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گئی۔ نہا کر باہر آئی تو کمرے میں شانزے نہیں تھی۔ نیم تاریک کمرا اور اے سی کی کولنگ...... اس کے اندر سکون اترنے لگا۔ سوئچ بورڈ کے نزدیک آکر اس نے کچھ بٹن دبائے تو کمرا روشنیوں سے جگمگا اٹھا۔ اس نے بال تولیے کی قید سے آزاد کرکے جھٹکے سے پشت پر گرائے اور ہیئر برش اٹھا لیا۔ تب ہی ہلکی سی تھپتھپاہٹ دروازے پر ہوئی تھی۔

"آجاؤ بھئی، تمہیں اجازت کی بھلا کیا ضرورت۔" اس نے بال سلجھاتے ہوئے حیرانی سے کہا مگر اصل حیرانی اسے اس وقت ہوئی جب شانزے کے بجائے حیدر نے اندر قدم رکھا۔

"جی میرا بھی یہی خیال ہے مگر......" صلہ نے اسے گھور کر اور تنبیہ کرتی نظروں سے دیکھا۔

"میں بھی شانزے ہے اور آپ کو اجازت کی ضرورت بھی اس وقت نہیں ہوگی جب اس کمرے میں میرے بجائے صرف شانزے ہوگی۔" اس نے گویا جتایا تھا۔ حیدر عجیب سے انداز میں مسکرایا اور اس کا سوٹ کیس سائڈ پر رکھ دیا۔

"میرے لیے تو شانزے اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے۔" صلہ نے دیکھا اس کی مسکراہٹ گہری ہوگئی تھی مگر اسے تو حیدر کے بدلے ہوئے انداز، لہجے اور نظروں نے جھلسا کے رکھ دیا تھا۔ وہ ایک دم ٹھٹک گئی۔

"کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟" وہ بھڑک اٹھی۔ حیدر نے جواباً اسے عجیب نظر سے دیکھا۔

"غصہ کیوں کرتی ہیں مادام، اس سے آپ یہ نتیجہ بھی اخذ کرسکتی ہیں کہ آپ میرے لیے شانزے کی طرح قابلِ احترام ہیں۔ بات کا سیدھا مطلب نکال لیں پھر کہیں گی غلطی ہماری ہے۔" وہ شرم، خفت اور سُبکی سے منجمد ہوگئی تھی۔ حیدر اس پر اِک طنزیہ نگاہ ڈال کر جا چکا تھا۔

☆☆☆

اگلے دو دن وہ اسے نظر نہیں آسکا۔ صلہ نے اس بات کو بھی زیادہ حواس پر سوار نہیں کیا وجہ اس کی فطری بے پروائی ہی نہیں شانزے کی فیملی کا بے

حد محبت آمیز رویہ تھا۔ وہ اس محبت بھرے ماحول میں کسی حد تک مگن ہوگئی تھی۔ اسی شام اس نے آنگن کی دھلائی کرتی ملازمہ کے ہاتھ سے پانی کا پائپ پکڑتے ہوئے شانزے کے لتے لینے شروع کیے تھے۔

''تم مجھے یہاں اس لیے لے کر آئی تھیں کہ یہاں اپنی حویلی میں لاکر قید کردو۔ تم نے اپنے پنڈ کی سیر نہیں کرائی مجھے۔ میں آج ہی واپس جارہی ہوں۔'' اس نے مصنوعی خفگی سے کہتے ہوئے پائپ کا رخ اس کی طرف کیا تھا اور پانی کی موٹی دھار نے شانزے کو بھگو دیا۔ شانزے تو جھٹ پرے ہٹ گئی مگر اسی پل اچانک آجانے والا حیدر اس زد میں آیا اور سرتا پا بھیگ گیا۔ صلہ نے ایک دم بوکھلاہٹ میں مبتلا ہوکر پائپ پھینک کر خفت سے اسے دیکھا۔

''آئی ایم سوری۔''

''اٹس او کے اور جاکر تیار ہوجائیں۔ میں آپ کو کھیتوں اور باغات کی سیر کروالاتا ہوں۔'' اپنی بات مکمل کرکے وہ رکے بغیر چلا گیا تھا۔ شانزے نے متحیر نظروں سے اپنے کمرے کی جانب جاتے حیدر اور پھر صلہ کو دیکھا تھا۔

''دیکھو کتنا بدل گئے ہیں یہ...... میں قسم کھاکر کہہ سکتی ہوں اگر تمہاری جگہ یہ حرکت مجھ سے سرزد ہوئی ہوتی تو پھر کتنا ذلیل کرتے یہ مجھے۔'' وہ صلہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر حیرت بھرے انداز میں بولی۔

''مہمان کو اتنی گنجائش تو ملنی ہی چاہیے۔'' صلہ صرف یہی کہہ پائی۔

''وجہ صرف یہی نہیں ہے سوئٹ ہارٹ۔'' شانزے نے آنکھیں نچائی تھیں۔ صلہ چونک اٹھی۔

''مطلب؟''

''مطلب جو بندہ کسی لڑکی کی سرسری سی فرمائش پر مونچھیں کٹوادے جبکہ وہ مونچھ نہیں تو کچھ نہیں کی کہاوت پر عمل بھی کرتا ہو پھر ناک پر غصہ دھرا رہنے کے باوجود اس لڑکی کی بدتمیزی کو فراخ دلی سے معاف کردے اور اس کی گستاخانہ حرکت یعنی پانی سے شرابور کردینے کے باوجود پنڈ گھمانے کی آفر کرے تو اس کے دل میں کچھ تو کالا ہوگا ناں......!'' وہ مسکراہٹ دبائے ہوئے تھی۔ صلہ نے پہلے اس کا ہاتھ جھٹکا پھر اسے خونخوار نظروں سے گھورا۔

''شیم آن یو شانزی وہ بندہ تمہارا فیانسی ہے اور......''

''اور کچھ نہیں...... جاکے تیار ہوجاؤ۔ وہ تمہیں اپنے ساتھ لے جانے کا کہہ گئے ہیں۔'' شانزے نے اسے کمرے کی جانب دھکیلا تو وہ ایک دم حیرانی سے پلٹ آئی تھی۔

''کیا مطلب...... تم ساتھ نہیں چلوگی؟''

''نہیں، ہمارے ہاں کھلے عام لڑکیوں کا یوں پھرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔'' جواب شانزے کے بجائے حیدر نے دیا تھا۔ وہ کپڑے بدل کر آگیا تھا۔ بالوں کی نمی تازہ غسل کی گواہ تھی۔ صلہ کی پیشانی پر ایک دم شکنیں پڑتی چلی گئیں۔

''یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں حیدر صاحب کہ شانزے کی آپ کی نظر میں عزت ہے اور میری......''

''دیکھیں مس صلہ، میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں۔ یہ میری عزت کا ہی ثبوت ہے کہ میں آپ سے......''

''ہاں بولیں، کیا ثبوت ہے میری عزت کا آپ کے نزدیک؟'' صلہ نے ایک، ایک لفظ چبا کر ادا کیا۔ حیدر نے اک نظر شانزے کو دیکھا۔ جس کے چہرے پر ٹھہراؤ تھا مگر آنکھوں میں بے چینی و اضطراب نمایاں تھا۔ اسے یقیناً ان دونوں کا متوقع زوردار جھگڑا خائف کررہا تھا۔

''شانزے تم جاؤ، اماں بلارہی ہیں تمہیں۔'' شانزے چونکی پھر کچھ کہے بغیر تیزی سے پلٹ گئی۔

''میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ کریں گی اس عزت کو قبول؟'' حیدر اب اطمینان بھرے انداز

میں اس کی طرف متوجہ تھا۔ اس کی لودیتی آنکھیں اس کے وجود پر تھیں۔ صلہ کے سر پر جیسے پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔ اس نے ٹھٹک کر ہونق نظروں سے اسے دیکھا۔ اسے سنجیدہ پاکر وہ جیسے غصے سے ابل پڑی تھی۔

''واٹ نان سینس حیدر صاحب...... میں پوچھتی ہوں یہ کیا بیہودگی ہے؟''

''یہ غصہ کیوں آرہا ہے آپ کو صلہ میڈم؟ شادی کی خواہش کوئی ناجائز تو نہیں ہے۔'' اسے حلق کے بل چیختا پاکر بھی وہ اسی سکون سے بولا تھا جس انداز میں اس نے صلہ سے بات کی تھی وہ کچھ اور تلملائی۔

''اگر آپ شانزے کے فیانسی نہ ہوتے تو اس بدتمیزی پر میں آپ کا سر پھاڑ دیتی۔'' صلہ نے پھنکارزدہ آواز میں کہا۔ غم و غصے کی زیادتی سے وہ سرخ ہورہی تھی۔

''چلیں اسی تعلق کے صدقے کچھ اور عنایت کیجیے یعنی شادی کی عنایت......'' وہ مسکراہٹ دبائے اس کے کبیدہ خاطر تاثرات سے گویا حظ اٹھارہا تھا۔ کچن سے نکل کر چھوٹی بھابی اسی سمت آرہی تھیں۔ اسے تو شاید پروا بھی نہ ہوتی مگر صلہ کچھ اور خائف نظر آنے لگی اور ہونٹ بھینچے تیزی سے مڑکر اپنے کمرے میں جاگھسی مگر اس کے بعد بھی بہت دیر تک وہ شدید طیش کی کیفیت میں مٹھیاں بھینچ کر اپنا غصہ ضبط کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔

☆☆☆

''لیکن تمہیں ہوا کیا ہے آخر، اتنا غصہ......؟''

وہ آناً فاناً جانے کو تیار ہوئی تھی۔ شانزے کی منت سماجت بھی اس کے راستے میں رکاوٹ نہیں ڈال سکی تھی۔ اس کا موڈ اتنا خراب تھا کہ شانزے بوکھلائی جارہی تھی۔

''کچھ تو بتاؤ صلہ، یہاں کسی کی کوئی بات بری لگی ہے تمہیں؟'' شانزے اب واقعی رودینے کو تھی۔

''میں تمہیں بتادوں گی شانزے مگر پلیز... فی الحال مجھے یہاں سے جانے دو۔'' اس نے آخری سوٹ بھی بیگ میں رکھ کر زپ بند کی۔

''ٹھیک ہے، میں تائی ماں سے کہتی ہوں، حیدر چھوڑ آئیں گے تمہیں۔'' شانزے کا چہرہ بجھ گیا تھا۔ وہ کچھ بتانے پر آمادہ نہیں تھی تو شانزے کی مجال نہیں تھی اصرار کرکے زورزبردستی سے اگلوالیتی۔ اس پر کب شانزے کا زور چلا تھا۔ وہ تو ہمیشہ صلہ کی مرضی کے مطابق ہی سر جھکاتی آئی تھی۔ اس کی محبت نے ہمیشہ اسے اس لڑکی کے آگے سرنگوں رکھا تھا۔ یہی ان کے ساتھ اور دوستی کے قائم رہنے کی وجہ تھی۔ ورنہ صلہ کے مزاج کی حاکمیت کب کا اسے شانزے سے دور لے جاچکی ہوتی۔ وہ خود پسند تھی اور صرف خود سے پیار کرنے اور خود کو اہمیت دینے کی قائل تھی اور بس۔

''نہیں، مجھے اس کے ساتھ نہیں جانا۔ میں ممی کو کال کرتی ہوں ڈرائیور بھیج دیں گی۔'' وہ اپنا سیل فون اٹھاکر بٹن پش کرنے لگی۔

''اچھا میں اماں کو بتادوں کہ تم جارہی ہو۔'' وہ پژمردہ سی باہر نکل گئی۔ صلہ کا رابطہ نہیں ہوپارہا تھا ممی سے جبھی وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔ یہاں گاؤں میں سگنلز کے بہت پرابلم تھے۔ کمرے سے نکلتے ہی پہلا ٹکراؤ حیدر سے ہوگیا۔

''تو مجھ سے ڈر کر بھاگ رہی ہیں آپ...... حالانکہ بظاہر ایسی بزدل تو نہیں لگتیں۔'' اس کا لمبا چوڑا وجود صلہ کے آگے دیوار بن گیا تھا۔ جبھی اس کی پیشانی پر ناگواری کی شکنیں پڑ گئیں۔

''راستہ چھوڑو میرا۔'' صلہ کو جتنا غصہ آیا تھا وہ اس لحاظ سے تلخ ہوئی۔

''اگر میں کہوں تمہارا ہر راستہ مجھ پر آکر ختم ہوتا ہے تو پھر؟'' اس کی آنکھوں میں اپنی ذات کا زعم تھا۔ صلہ کا جیسے اس بات نے دماغ خراب کرکے رکھ دیا۔

''اپنی بکواس بند کرو مجھے اور یہ ڈائیلاگ اپنے معیار کی کسی لڑکی سے بولنا...... میرا اسٹینڈرڈ اتنا گھٹیا

نہیں ہے۔'' غیظ و غضب سے سرخ چہرہ لیے جو اس کے منہ میں آیا وہ بولتی چلی گئی کہ اس کی بات نے مشتعل ہی ایسا کیا تھا۔ اس دوران حیدر کے چہرے نے کتنے رنگ بدلے تھے۔ سارے رنگ توہین و سبکی کے احساس کے تھے جو یقیناً خطرے کی علامت تھے۔

''بہت غرور ہے تمہیں خود پر......اس غرور کو اگر میں نے خاک میں نہ ملایا تو حیدر نہ کہنا۔'' بھینچے ہوئے سرد لہجے میں کہتا وہ ایک جھٹکے سے پلٹ کر چلا گیا۔ صلہ نے حقارت بھرے انداز میں سر کو یوں جھٹکا جیسے اس کی دھمکی کو جوتے کی نوک پر رکھا ہو۔

☆☆☆

یہ اس کا حد سے بڑھا ہوا ضرورت سے زیادہ اعتماد ہی تھا کہ وہ محض حیدر پہ کچھ جتانے کی خاطر ہی وہاں پر رک گئی تھی۔ وہ ثابت کرنا چاہتی تھی کہ وہ بزدل ہے نہ خائف اور یہ اس کی غلطی تھی۔ عورت چاہے جتنی بھی پُراعتماد، مضبوط ہو مگر حیدر جیسے شیطان صفت مرد اپنے ناپاک ارادوں سے اسے زیر کر دیتے ہیں۔ وہ نادان تھی جو اس بات کو نہیں سمجھ سکی یا پھر اسے اپنی عقل پر ناز تھا۔

''تھینک گاڈ، تم نے اپنا ارادہ بدل دیا ورنہ میں اتنی ہرٹ ہو رہی تھی قسم سے۔'' اسے اطمینان آمیز انداز میں پلنگ پر بیٹھ کر پاؤں جُھلاتے اور تربوز کھاتے دیکھ کر شانزے خوشی سے کہہ رہی تھی۔ صلہ نے سر جھٹکا۔

''تمہیں پتا ہے شہرام کی بسم اللہ کی تقریب دو دن بعد ہے۔ میں چاہتی تھی تم اس میں ضرور شریک ہو۔''

''ہاں تو ہوں گی ناں، ڈونٹ وری۔ ویسے بھی میں تمہیں خفا کر کے جانا نہیں چاہتی تھی۔'' وہ اطمینان سے مسکرا کر بولی۔ اس نے حیدر پر کچھ جتانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ اس میں اور شانزے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ شانزے کے ساتھ کھیتوں اور باغات میں جا کر حیدر کو نیچا دکھانا مقصود تھا۔

''او کے فائن، تم رکو میں ابھی اماں سے پوچھ کر آتی ہوں پھر چلتے ہیں۔ میرا خیال ہے حیدر بھیا باہر گئے ہیں، یہ وقت مناسب ہے۔'' شانزے یقیناً اس کی ناراضی کے خیال سے خائف تھی جبھی پس و پیش سے کام نہیں لیا۔ صلہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔

''تم مجھے کیا نقصان پہنچاؤ گے حیدر۔ تمہاری دُکھتی رگ تو میرے ہاتھ میں ہے۔'' وہ مطمئن تھی، نہیں جانتی تھی چوہے بلی کے اس کھیل میں جیت کس کی ہوئی ہے، اگلے چند لمحوں میں دروازے پر دستک ہوئی اور ملازمہ نے اندر جھانکا تھا۔

''بی بی صاحبہ، آپ کو شانزے بی بی بلا رہی ہیں۔ کہتی ہیں چادر اوڑھ کر خاموشی سے آ ئیں۔ کسی کو پتا نہیں چلنا چاہیے۔'' اس کا انداز سرگوشی سے مشابہ تھا۔ صلہ کو حیرت نہیں ہوئی۔ وہ جانتی تھی شانزے اب گھر والوں کی مرضی کے بغیر خاص طور پر حیدر سے چھپ کر اسے باہر لے کر جائے گی۔ وہ اٹھی اور اپنا دوپٹا کھول کر ذرا سلیقے سے اوڑھ لیا۔ مختلف راہ داریوں سے ہوتی وہ دونوں حویلی کے پچھواڑے باغ میں آئی تھیں۔ جس کے اطراف چار دیواری اتنی بلند تھی کہ گویا حدیں آسمان کو چھوتی محسوس ہوتی تھیں۔ دھول مٹی میں اٹے پیپل، سنبل اور صنوبر کے لاتعداد درخت ساکن کھڑے تھے۔ خشک پتوں کے ڈھیر جمع تھے جو اُن کے پیروں تلے چرمراہٹ کی آواز نکالتے اپنا وجود کھو رہے تھے۔

''آپ جائیں، سڑک کے دوسری جانب کالی گاڑی کھڑی ہے۔ بی بی وہیں آپ کی منتظر ہیں۔'' ملازمہ نے لکڑی کے سال خوردہ پھاٹک کا چھوٹا دروازہ کھول کر اسے باہر نکل جانے کا اشارہ کرتے ہوئے ایک بار پھر سرگوشی میں ہدایت دی۔ صلہ نے محض سر ہلایا اور اسی اعتماد سے پُر انداز میں قدموں کو آگے بڑھا دیا۔ ملازمہ کی بتائی ہوئی بلیک مرسڈیز واقعی سڑک کے پرلی جانب بوہڑ کے درخت کے نیچے موجود تھی۔

''یار اتنی رازداری......اُف مجھے تو قسم سے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ ڈیٹ پر جانے کو نکلی ہوں۔'' دروازہ کھول کر دھپ سے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی جواب میں خاموشی تھی۔ گاڑی کا ماحول پُرسکون، نیم تاریک اور اے سی کولنگ کے باعث بے حد ٹھنڈک آمیز تھا۔ کچھ وہ کڑی دھوپ اور چلچلاتی تیز روشنی سے آئی تھی جبھی فوری طور پر صورتِ حال سمجھنے سے قاصر رہی مگر اس وقت اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے جب اس نے اپنے مقابل شانزے کے بجائے حیدر کے لمبے تڑنگے وجود کو براجمان دیکھا تھا۔

''اس میں ہرگز بھی کوئی شک نہیں، آپ بلاشبہ اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ ڈیٹ پر ہی جا رہی ہیں۔'' وہ اس کی طرح سکتہ زدہ تھا نہ اس کے لیے یہ صورتِ حال غیر متوقع تھی جبھی اسی اطمینان بھرے انداز میں کہتے اس کا گال چھوا تو جیسے صلہ کا یہ سکتہ ٹوٹ گیا۔ وہ نہ صرف بدک کر فاصلے پر ہوئی بلکہ بپھرے ہوئے انداز میں اسے زور سے پیچھے کی جانب دھکیلا تھا۔

''تم نے چیٹ کیا ہے مجھے۔ کہاں لے جا رہے ہو، کس طرح؟'' وہ بدحواس تو تھی ہی ساتھ میں روہانسی بھی ہو گئی۔ صورتِ حال کی گمبھیرتا اس کے اوسان خطا کر چکی تھی۔

''گھبراتی کیوں ہو بولڈ لڑکی۔ تمہیں جہاں بھی لے جا رہا ہوں کچھ وقت اکٹھے گزار کر واپس لے آؤں گا۔ ڈونٹ وری کسی کو پتا نہیں چلے گا۔'' اس کا انداز تمسخرانہ تھا۔ صلہ کا دل دھڑکنا بھول گیا۔ اس نے خوف سے پھٹی پھٹی نظروں میں غیر یقینی لیے حیدر کو دیکھا۔

''تم میرے ساتھ اس طرح نہیں کر سکتے۔'' وہ خوف کی شدت سے کانپنے لگی۔ حیدر طنز سے مسکرایا۔

''میں تمہارے ساتھ ایسا کر چکا ہوں۔ باقی کے ارادے بھی پورے کر لوں گا، تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گی۔'' اس کے لہجے میں صرف زعم و نخوت نہیں... نفرت بھی تھی۔ صلہ کو پہلی بار اپنا آپ اتنا کمزور اور بے بس محسوس ہوا تو ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہریں دوڑنے لگیں۔ وہ غیر محسوس انداز میں دروازے کی جانب سرکی تھی مگر حیدر اس سے غافل نہیں تھا۔ جبھی اسے بہت بے دردی اور جارحانہ انداز میں اپنی جانب کھینچا کہ وہ پوری نہیں تو کسی حد تک ضرور اس کی گود میں سما گئی تھی۔

''دروازہ کھول کر باہر کودنا چاہتی ہو۔ ہڈی پسلی ٹوٹ جائے گی تمہاری۔ یہ شوق پورا کر لینا واپسی پر ابھی تو تمہاری بڑی ضرورت ہے۔'' وہ اس کے بالوں میں منہ دے کر سرگوشیانہ انداز میں بولا۔ اس کے ہاتھوں کی گرفت میں نہ کوئی نرمی تھی نہ گنجائش۔ صلہ کی جان پر بن آئی جو اس وقت اس کی پوزیشن تھی وہ اس قدر آکورڈ تھی کہ اسے سبکی کے احساس سے رونا آنے لگا۔ جبھی ایک بار پھر اپنے وجود کی پوری طاقت صرف کر کے اس کی گرفت سے نکلنے کو پھڑپھڑائی تھی۔ حیدر کو اس پر یک دم غصہ آیا تھا۔

''اگر تم انسان نہیں بنیں تو میں یہیں ڈرائیور کی

آہ لبنیٰ عروج

پاکیزہ کی معروف مصنفہ لبنیٰ عروج نے پاکیزہ کے لیے بہت کچھ لکھا ان کی ہر کہانی دل کو چھو لیتی تھی۔ آج وہ ہم میں نہیں ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

کرب کے شہر میں رہ کر نہیں دیکھا تو نے
کیا گزرتی رہی ہم پر نہیں دیکھا تم نے
اے مجھے صبر کے آداب سکھانے والے
جب وہ بچھڑا تھا وہ منظر نہیں دیکھا تم نے

پروین افضل شاہین، بہاول نگر

موجودگی کی پروا کیے بغیر تم سے بدتمیزی شروع کردوں گا۔ جو تمہاری بولڈنیس کے باوجود تمہیں یقیناً اچھا نہیں لگے گا۔ بہتر ہے فضول حرکتیں بند کرو۔'' وہ بولا نہیں تھا پھنکارا تھا۔ صلہ سُبکی اور ذلت کے ساتھ شرم سے بھی کٹ مری تھی۔ آنسوؤں نے اس کے گلے میں پھندا ڈال دیا تھا۔ بے چارگی کی اس کیفیت میں وہ صرف پھڑپھڑا کررہ گئی تھی۔

''مجھے چھوڑ دو، میں باہر کودنے کی کوشش نہیں کروں گی۔'' اس نے بہ مشکل گلے سے آواز سے برآمد کی تھی۔ حیدر نے کچھ کہے بغیر اپنے ہاتھ ہٹالیے۔ وہ سرعت سے فاصلے پر ہوئی اور اپنا رخ بدل کر آنسوؤں کو بہنے دیا۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں تھا۔ اسے نہیں خبر تھی گاڑی کتنی دیر یونہی فراٹے بھرتی دوڑتی رہی۔ وہ تو بس سراسیمہ سی خود پر بیت جانے والی اس قیامت پر لرزاں و پریشان تھی۔ معاً گاڑی ایک جھٹکے سے رکی۔ اس نے چونک کر کھڑکی کے پار نگاہ کی۔ یہ ایک ویران مگر سرسبز علاقہ تھا۔ فضا میں درختوں کے پتوں کی ہوا سے ہلنے کی سرسراہٹ کے سوا کوئی آواز نہیں تھی۔ دروازہ کھٹاک کی آواز سے کھلا تو صلہ نے وحشت زدہ نظروں کو اٹھا کر حیدر کا چہرہ دیکھا جہاں کوئی رحم اور نرمی کی گنجائش نہیں تھی۔

''باہر آؤ۔'' اس کا لہجہ بھی اس کے چہرے کے تاثر کی طرح کرخت تھا۔ وہ اِک دم جیسے بے جان سی ہوگئی۔

''مجھے معاف کردو حیدر...... مجھ سے غلطی ہوگئی تھی، مجھے اعتراف ہے۔'' اس کے ارادوں کی سفاکی کا خیال اس کا سارا طنطنہ ساتھ بہا لے گیا تھا۔ وہ باقاعدہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑا رہی تھی۔ حیدر نے تنفر سے بھری نگاہ لیے اس بے بس لڑکی کو دیکھا۔

''ارے...... ارے میرے قدموں میں کیوں بیٹھ رہی ہو، تمہارا معیار اتنا پست نہیں ہونا چاہیے۔'' اس کے لہجے میں طنز کی کاٹ تھی۔ صلہ کا دل ہر لمحہ دھڑکنیں گم کررہا تھا۔

''پلیز حیدر معافی مانگ رہی ہوں ناں۔'' وہ بے اختیار سسک اٹھی تھی...... بے بسی سے، لاچاری سے...... جب وہ اسے زبردستی اپنے ساتھ گھسیٹ کر فارم ہاؤس کے اندرونی کمرے میں سے ایک میں لے آیا تھا اور صلہ کی مزاحمت اس کے آگے حقیر تنکے کی حیثیت سے بھی کم ثابت ہوئی تھی۔

''لفظ معافی میری لغت میں نہیں ہے صلہ بیگم۔ سو کیا کروں تمہارے غرور کا سر نیچا کیے بغیر مجھے سکون نہیں ملے گا۔ یاد کرو تمہیں عزت راس نہیں آئی تھی۔ اب یہ ذلت تمہیں سمجھائے گی اچھائی اور برائی کے فرق کو۔'' وہ اسے بستر پر اچھالتے ہوئے غرّا اٹھا تھا۔

''تم ایسا مت کرو حیدر...... میں بہت شرمندہ ہوں اور وعدہ کرتی ہوں آئندہ کبھی تمہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔ مجھے اب یہاں سے جانے دو۔'' اب کے وہ زور زور سے رونے لگی تھی۔ اسے حیدر کی آنکھوں میں رحم کی کوئی رمق نظر نہیں آرہی تھی۔ صحیح معنوں میں اس کی عزت داؤ پر لگی ہوئی تھی۔

''تمہیں یہاں سے جانا ہی ہے۔ ساری عمر میں تمہیں اپنے پاس رکھ بھی نہیں سکتا۔ اتنی پسند بھی نہیں ہو تم مجھے۔'' وہ تضحیک آمیز انداز میں بولا اور جن نظروں سے اسے دیکھا تھا صلہ کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔

''میں خودکشی کرلوں گی حیدر...... تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا یہ سب کرنے کا۔'' کوئی بس نہ چلتا دیکھ کر وہ غم وغصے کی زیادتی سے چیخنے لگی۔

''ہاں تو کرلینا خودکشی، مجھے کیا فرق پڑتا ہے بلکہ جو کچھ تمہارے ساتھ ابھی ہوگا اس کے بعد تمہیں خودکشی ہی کرنی چاہیے۔'' اس کی بے حسی اور سفاکی کے مظاہرے نے صلہ کو سن کردیا تھا۔ وہ ٹکر ٹکر اسے دیکھنے لگی۔

''تم شادی کرنا چاہتے تھے ناں مجھ سے حیدر، کرلو شادی لیکن اس طرح مجھے میری نظروں میں نہ گراؤ۔ تمہیں خدا کا واسطہ ہے۔'' اپنی بات کہہ کر وہ اس وحشت سے روئی تھی کہ حیدر اسے دیکھتا رہ گیا۔ صاف لگتا تھا اس نے عزت کی حفاظت کی خاطر اپنی پسند، اپنی زندگی، اپنی خواہشات سب کچھ داؤ پر لگا دیا ہو۔ اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارا نہیں تھا۔

☆☆☆

''السلام علیکم!'' وہ کمرے میں اندھیرا کیے تکیے میں منہ گھسیڑے ساکن پڑی تھی۔ شانزے کی آواز سن کر ایک بار پھر خائف سی ہوگئی۔ حیدر سے نکاح کے بعد وہ شانزے کے سامنے خود کو بوجھل، دل گرفتہ اور مجرم محسوس کرتی تھی۔ نکاح کے بعد وہ ایک دم کیسے پینترا بدل گیا تھا۔ طیش، اشتعال اور غصے کی جگہ سرشاری، ترنگ اور فاتحانہ خمار نے لے لی تھی۔

''تھینک گاڈ تم نے اللہ کا واسطہ مجھے شادی کرنے کے لیے دیا۔ واپس چھوڑ آنے کو نہیں۔'' وہ کتنا ہنسا تھا یہ بات کہہ کر اور صلہ پہلے ہونق ہوئی تھی پھر اسے جیسے آگ لگ گئی۔ اس نے اسی غصے میں آگے بڑھ کر اس کا گریبان پکڑ کر زوردار جھٹکا دیا تھا۔

''تم ہوتے کون ہو اس طرح میرے جذبات سے کھیلنے والے؟'' وہ بھپری اٹھی تھی۔ جواباً حیدر پھر سے سردمہر ہوگیا۔

''اپنے آپ کو قابو میں رکھنا سیکھو صلہ۔ تمہاری انہی حرکتوں کی وجہ سے آج تمہیں یہ دن دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ شکر ادا کرو کہ میں گھٹیا اور کمزور نفس انسان نہیں ہوں۔ اگر واقعی ایسا ہوتا تو جیسا تم مجھے کہہ کر طیش دلاتی رہی ہو تو اس وقت تمہاری حیثیت میری منکوحہ کے بجائے داشتہ کی ہوتی۔ آئندہ مجھ سے کوئی بھی فضول بات کرنے سے قبل ہزار بار سوچنا ضرور ورنہ نقصان کی ذمے دار تم خود ہوگی۔'' صلہ کو لگا تھا الفاظ کے سنگ ریزوں نے اس کا وجود لہولہان کردیا ہو۔ سارے راستے وہ گم صم رہی تھی۔ حویلی ان کی

واپسی شام ڈھلے ہوئی تھی۔ صورتِ حال کو بھی حیدر نے ہی سنبھالا۔

''سنبھالو اپنی سہیلی...... دیکھ لو صحیح سالم ہیں محترمہ۔ گاؤں کی سیر کا شوق اتنی شدت سے چُرایا جبھی اکیلے نکل کھڑی ہوئی، وہ تو شکر کرو بھٹک گئیں تو میرے ہاتھ ہی لگیں ورنہ پتا نہیں کیا ہوتا۔'' اسے پریشان حال متفکر خواتین کے سپرد کرکے وہ خود اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا مگر اس کا آخری فقرہ تمام تر ذومعنویت اور تلخی سمیت صلہ کے وجود میں نیزہ بن کر پیوست ہوگیا تھا۔ احساس صرف زیاں و ملال کا ہی تو نہیں تھا۔ شرمندگی وسُبکی بھی جان لیوا تھی۔ اسے اب یہ پچھتاوا آن لگا تھا اس نے خود سے آخر حیدر کو شادی کا کیوں کہا۔ عزت سے بچاؤ کا صرف یہی راستہ تو نہیں تھا۔ وہ جان دے کر بھی عزت محفوظ رکھ سکتی تھی۔ اس طرح تو گویا اس نے خود کو اور ذلیل کرلیا تھا۔ ایسی جان لیوا صورتِ حال سے گزرنے کے بعد بھی اس کی اکڑ کا وہی عالم تھا۔ وہ حیدر کو پسند نہیں کرتی تھی۔ اس کے خیال میں وہ تھا بھی نہیں اس قابل کہ اس جیسی حسین، طرح دار شہری لڑکی کو ڈیزرو کرتا۔ صلہ ہرگز بھی اس کمپرومائز پر آمادہ نہیں تھی۔ وہ چاہتی تو وہاں سے اب بھی جاسکتی تھی مگر وہ شاید احمق تھی اور خود کو اب بھی بہت کچھ سمجھنے کی حماقت میں مبتلا تھی۔ جبھی وہاں رہ کر حیدر کا مقابلہ کرنا اور اس سے مستقل جان چھڑانا چاہتی تھی مگر کیسے...... یہی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔

''تمہارے لیے کھانے کو کچھ لاؤں، بخار تو اب قدرے ہلکا ہے۔'' شانزے نے اس کا ماتھا چھوا اور نرمی سے مخاطب کیا تھا۔ صلہ گہری سانس بھر کے اٹھ بیٹھی۔

''میں ٹھیک ہوں شانزے، تم اتنا پریشان کیوں ہورہی ہو؟'' وہ بات بھلے اس سے کررہی تھی مگر اس سے نظریں نہیں ملا سکی۔ وہ اب اس وقت تک اس سے نظریں ملا بھی نہیں سکتی تھی جب تک

حیدر سے وہ یہ نام نہاد تعلق توڑ نہیں لیتی۔

''پریشان کیوں نہ ہوں، تم بستر سنبھال کے ایسے پڑ گئی ہو جیسے یہاں بیمار ہونے کو ہی تو آئی تھیں۔ یار کل شیری کی بسم اللہ ہے۔''

''اوہ...... یار میں ٹھیک ہوں اور تمہارے بھتیجے کی تقریب میں پوری سج دھج سے شریک ہوں گی، ڈونٹ وری۔''

''جی مگر دھیان رہے، سج دھج آپ نے اپنی رخصتی کے لیے کرنی ہے اس پر صرف ہمارا حق ہونا چاہیے۔'' اس وقت حیدر دروازہ کھول کر اندر آیا تھا اور نہایت بے تکلفی سے اس کے پاس کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ اس کا لہجہ گوکہ سرگوشی سے مشابہ تھا اس کے باوجود صلہ نے سراسیمہ ہو کے کچھ فاصلے پر موجود شانزے کو اس خوف سے دیکھا کہیں وہ سن تو نہیں چکی۔

''میں تمہارے لیے چائے کے ساتھ کچھ لاتی ہوں صلہ! تم کچھ کھاؤ گی تو ہی دوا لے سکو گی۔'' شانزے ہمیشہ کی طرح سادہ، پُرخلوص اور مہربان تھی۔ صلہ نے محض سر ہلا دیا۔ وہ اس وقت اگر حیدر سے بات نہ کرنا چاہ رہی ہوتی تو لازمی شانزے کو اپنے پاس روکے رکھتی۔

''کہاں غائب تھے تم، مت بھولو کہ میں تم سے اس طرح اپنا مطالبہ پورا نہیں کراؤں گی سمجھے۔'' وہ زور سے پھنکاری تھی۔

''اس کا مطلب ہے تم بھی میری طرح بے چین ہو تو کروالیں پھر رخصتی...... تم نے بڑی زیادتی کی صرف نکاح پڑھا کر۔'' اس کی آنکھوں میں کتنی چمک اور شوخی اِک ساتھ در آئی تھی۔ صلہ کو اس سے بے تحاشا گھن محسوس ہوئی۔

''اپنی شکل دیکھی ہے کبھی تم نے جو اتنی فضول باتیں سوچ رہے ہو۔ طلاق چاہیے مجھے تم سے۔ وہاں سچویشن اتنی نازک تھی کہ مجھے مجبوراً یہ طوق گلے میں پہننا پڑا۔ اسے میں عمر بھر کا روگ نہیں بنانا چاہتی۔'' اس کے لہجے کا تکبر، غرور اور نخوت ایک بار پھر وہی تھا بلکہ اس سے بھی سوا تر۔ حیدر کا چہرہ توہین اور ہتک سے سرخ ہوا تھا۔ کچھ دیر اس نے لہو رنگ دہکتی ہوئی آنکھوں سے صلہ کو دیکھا تھا پھر کچھ کہے بغیر اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ صلہ ہونٹ بھینچے بیٹھی تھی۔ اسے احساس نہیں تھا وہ اپنے لیے مزید مشکلات سمیٹ رہی ہے۔

☆☆☆

''میں تمہارا مطالبہ پورا کردوں گا، رات دس بجے چھت پر آجانا وہیں انتظار کروں گا تمہارا۔'' یہ شام کا وقت تھا جب صلہ کے سیل نے حیدر کا ٹیکسٹ وصول کیا۔ آج بسم اللہ کی تقریب تھی اور پوری حویلی برقی قمقموں سے روشن ہو چکی تھی۔ تقریب کا اہتمام اعلیٰ پیمانے پر تھا۔ مہمان اتنے تھے کہ اتنی بڑی حویلی میں بھی تل دھرنے کی جگہ نہیں بچی تھی۔ صلہ نے شانزے کی بے حد منت سماجت کے نتیجے میں اپنا وہی سلور لہنگا پہنا تھا جو اس نے اپنی کزن کی شادی کے لیے بنوایا تھا۔ ساتھ میں میچنگ سلور جیولری۔ وہ صحیح معنوں میں چمکیلی پری یا پھر اپسرا لگ رہی تھی۔ کھلے بال کندھوں سے پھسل کر کمر...... پر آرہے تھے۔ دمکتی پیشانی پر بندیا لشکارے مار رہی تھی۔ اس تیاری اس آرائش میں جی جان اس لیے بھی صرف کی تھی کہ وہ حیدر کو جتانا چاہتی تھی، وہ اسے بتانا چاہتی تھی کہ اس جیسی چاندنی جیسا سراپا اور حسن رکھنے والی لڑکی حیدر جیسے عام مرد کا نصیب نہیں ہوسکتی تھی۔ بہرحال وہ اتنا خوش نصیب نہیں تھا اور یہ بات وہ اسے کچن میں جتا بھی چکی تھی۔ یہ محض اتفاق تھا کہ ان دونوں کا سامنا اس وقت وہاں ہو گیا تھا جب حیدر چائے کی طلب میں وہاں آیا تھا اور صلہ شانزے کی ہدایت پر فریج سے گجرے اٹھانے کو فریج کا دروازہ کھولے گجروں کا پیکٹ نکال رہی تھی۔ آہٹ پر بے ساختہ وہ مڑی تو حیدر تھا...... مبہوت اور گنگ سا اسے دیکھتا ہوا۔ صلہ کے چہرے پر زعم

اور فاتحانہ مسکان بکھر گئی۔

''تم حسین ہو میں جانتا تھا مگر اتنی حسین ہو گی مجھے ہرگز اندازہ نہیں تھا۔'' اپنی بے خودی پر قدرے قابو پا کر وہ کچھ کھسیا کر بولا تھا، صلہ آہستگی سے کھنکھاری۔

''اچھا ہوا تمہیں اندازہ ہو گیا۔ اب فیصلہ کرنے میں اور بھی آسانی ہو گی۔'' اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

''کون سا فیصلہ؟'' وہ حیران نظر آنے لگا جبکہ صلہ کی نظروں کی تلخی اور تپش ایک ساتھ بڑھی۔

''طلاق مانگی تھی میں نے تم سے، یاد ہے؟''

''میں ایسی فضول باتوں پر کان نہیں دھرا کرتا۔'' حیدر کا خوشگوار موڈ غارت ہوا تھا۔ جبھی زہرخند لہجے میں بولا۔

''میری بات سنو۔'' وہ پلٹ کر وہاں سے جا رہا تھا کہ صلہ نے کاٹ دار انداز میں پکار کر ٹوکا۔

''ہاں بولو۔'' حیدر کی نظروں میں اس ناگواری کا تاثر ہنوز موجود تھا۔

''تم نے مجھے دیکھا ناں، جان بھی لیا کہ میں کس درجہ حسین ہوں۔ اب تمہیں چاہیے کہ خود کو دیکھو اور جان بھی لو کہ تم خود کیا ہو۔ کیا ایلاؤ کرتے ہو کہ میرے جیسی لڑکی تمہاری بنا دی جائے؟'' اس کے لہجے میں واضح حقارت تھی۔ حیدر کا چہرہ یکا یک دہک اٹھا۔ وہ کچھ دیر اسے گھورتا رہا تھا پھر آگے بڑھ کر اسے شانوں سے تھام لیا۔

''تم ایک بار پھر اپنی حد بھول رہی ہو۔ میں تمہیں بتادوں کہ تم میری بن چکی ہو۔ تمہاری یہ اکڑ میری نرمی تک محدود ہے۔ مجھے سختی پر مت اکساؤ صلہ صاحبہ...... ورنہ کچھ اور بھی پچھتاؤ گی۔'' کچن کے باہر آہٹ ہوئی تھی۔ حیدر زور سے چونکا پھر اسے چھوڑ کر پلٹا اور لمبے ڈگ بھرتا ہوا باہر نکل گیا۔ صلہ سنبھل نہیں سکی۔ کچن کے دروازے پر بھابی کھڑی تھیں۔ اسی کی جانب حیرانی اور کسی حد تک مشکوک نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔ اس کی طرح داری تو حیدر ہی اڑا چکا تھا رہی سہی کسر بھابی کی نظروں نے نکال دی۔

''مم...... میں یہ گجرے...... شانزے کے لیے......''

''صرف گجرے ہی نہیں یہاں موجود ہر شے، ہر رشتہ شانزے کا ہی ہے صلہ بیگم، سو بی کیئرفل۔'' بھابی کی صرف نظریں ہی نہیں لہجہ اور الفاظ بھی اسے جھلسا گئے۔ وہ وہاں سے نکلی تو اس کے چہرے پر خفت ہی خفت تھی۔

''اونہہ پتا نہیں کس زعم میں ہیں یہ محترمہ۔ انہیں کیا پتا میں تو جان چھڑا رہی ہوں اس خبیث سے۔'' وہ کتنی دیر تک ان کے جملے سے جھلستی رہی۔

☆☆☆

بسم اللہ کے بعد فوراً کھانا لگ گیا تھا۔ کھانے کے دوران ٹائم گزرنے کا پتا ہی نہیں چل سکا۔ صلہ سے تو ویسے بھی نہیں کھایا گیا تھا۔ اس کے زعم اور خود اعتمادی کو حیدر نے ایسی ٹھوکر لگائی تھی کہ وہ ابھی تک لرزیدہ تھی۔ صلہ حقیقتاً اس سے خائف ہو چکی تھی۔

''آج رات دس بجے...... اور دس بجنے میں اب صرف پندرہ منٹ ہیں۔ اگر تم نہ آئیں تو انجام کی تمام تر ذمے داری تمہاری ہو گی۔'' حیدر جانے کس کونے سے نکل کر آیا تھا اور اس کے پاس سے گزرتے ہوئے گویا یاددہانی کروائی۔ صلہ کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ اس نے خائف نظروں سے پہلے اسے پھر اپنے اطراف میں دیکھا تھا۔ ہر سو گہما گہمی تھی اگر کوئی ان کی سمت متوجہ بھی تھا تو سرسری انداز میں۔ وہ قدرے ریلیکس ہو گئی اور ہاتھ میں پکڑی پلیٹ رکھ دی۔ سب لوگ اپنے اپنے طور پر مصروف تھے۔ وہ گہری سانس بھرتی وہاں سے ہٹ کر زینے کی طرف آئی۔ زینے کی گرل برقی قمقموں اور گیندے کی لڑیوں سے آراستہ تھی۔ اوپر چڑھتے ہوئے اس کا پیروں کو چھوتا لہنگا بار بار جوتوں تلے آکر اسے لڑکھڑا کے رکھ جاتا۔ اس نے احتیاطاً لہنگے

کو آگے سے پکڑ کر تھوڑا سا اوپر اٹھالیا۔ اس جانب اس پل ہُو کا عالم تھا۔ اسے اس سناٹے میں اپنے دل کی دھڑکنیں بہ خوبی سنائی دے رہی تھیں۔ اس کا دل اس کے لباس کی طرح اس کے قدموں سے لپٹ لپٹ کر یوں تنہا حیدر کے پاس جانے سے روکتا رہا مگر اس کے قدم نہیں رکے تھے۔ وہ ہر قیمت پر یہ آگ کا دریا پار کرلینا چاہتی تھی۔ وہ ہر صورت اس کے تسلط سے چھٹکارا چاہتی تھی۔ چھت سنسان تھی اور رات بے حد تاریک۔ سرخ اینٹوں کے فرش پر منڈیروں پر جلتے چراغوں کی روشنی کا غبار پھیلا ہوا تھا جو آرائش کی غرض سے سجائے گئے تھے۔ حیدر کا دور تک پتا نہیں تھا البتہ شمالی دیوار کے ساتھ چارپائی بچھی تھی۔ وہ آہستگی سے چلتے ہوئے وہیں آکر رک گئی۔ چند لمحے اس کا انتظار کرتے رہنے کے بعد اس نے اپنا سیل فون نکال کر حیدر کو ٹیکسٹ بھیجا۔

"کہاں ہو تم؟ میں چھت پر تمہارا انتظار کررہی ہوں۔" سیل فون رکھ کر وہ تھکے ہوئے انداز میں وہیں نیم دراز ہوگئی اور آنکھیں بند کرلیں۔ اس کی آنکھیں اس پل شدید جلن سمیٹ لائی تھیں۔ دیوار سے کوئی سایہ سا اترا وہ اتنی غافل تھی کہ اسے کوئی آہٹ کوئی خبر تک نہیں ہوسکی کہ حیدر اس کے اس قدر قریب آگیا۔ اس خاموش اور حسین رات میں وہ اپنے ساحرانہ حُسن کے ساتھ اس کے بے حد نزدیک تھی اتنی کہ وہ چاہتا تو ہاتھ بڑھا کر اسے بہ آسانی چھولیتا۔ وہ جسے پانے، جسے چھونے کی خواہش اتنی شدید تھی کہ وہ جائز ناجائز کے فرق کو بھلا کر بس اسے حاصل کرنے کی جستجو میں لگ گیا تھا۔ معاً وہ چونک گیا صلہ کی بند آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ وہ ایک دم سے اضطراب کا شکار ہوکر ہاتھ بڑھا کر اس نمی کو سمیٹنے لگا۔

"تم رو رہی ہو؟" صلہ اس کا لمس پاتے ہی ہڑبڑا کر آنکھیں کھول چکی تھی۔ اسے روبرو بلکہ اتنے قریب پاکر ایک جھٹکے سے اٹھنا چاہتی تھی کہ حیدر نے اپنا بازو اس کے اوپر رکھ کر اس کوشش کو ناکام بنادیا۔

"کیوں رو رہی تھیں تم؟" دل کی کیفیات کے برعکس اس کا لہجہ بظاہر سخت تھا۔

"تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔ تم وہ بات کرو جس کے لیے تم نے یہاں بلایا ہے مجھے۔" اس کا ہاتھ بے حد غصے سے جھٹکتی صلہ اٹھ کر فاصلے پر جا کھڑی ہوئی۔

"میں نے تمہیں جی بھر کر دیکھنے اور پیار کرنے کے لیے بلایا تھا۔ غلطی ہوئی یہ جگہ مناسب نہیں چلو اب بیڈروم میں چلتے ہیں۔" وہ شروع سے اب تک جان بوجھ کر اسے طیش دلاتا اور پھر اس کے ہراس زدہ چہرے کو دیکھ کر حظ اٹھایا کرتا۔ اس وقت بھی اس کا مقصد یہی تھا مگر صلہ پر اس پل الٹا اثر ہوا اس قدر ذہنی اذیت اور تناؤ کا شکار تھی کہ سوچے سمجھے بغیر اس پر حملہ آور ہوگئی۔

"بکواس بند کرو سمجھے۔ اپنی زبان سے مت پھرو مردانگی کا کچھ تو لحاظ کرو اگر تم میں شرم ہے تو۔" حیدر نے اس کے ہاتھوں کو اپنے چہرے تک پہنچنے سے پہلے قابو کرلیا تھا پھر ایک زوردار جھٹکا اس انداز میں دیا کہ اس کے دونوں ہاتھ کمر پر لے جا کر ایک ہاتھ میں پکڑے دوسرے سے اس کا چہرہ جکڑ لیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھنا۔ تم پر اثر کیوں نہیں ہوتا اور طلاق کا لفظ اگر دوبارہ تمہاری زبان پر آیا تو میں اس زبان کو ہی کاٹ کر پھینک دوں گا۔ نکاح میں نے اس لیے نہیں کیا تھا کہ تمہارے کہنے پر ختم کردوں۔" صلہ کی سانسیں رک گئی تھیں اور آنکھیں خوف کی زیادتی سے پھیل سی گئیں۔ اس کی پوزیشن اس وقت نازک تھی وہ واقعی اس پل مکمل طور پر اس کے رحم و کرم پر تھی۔ یہ حیدر نے اپنے ہر عمل سے اسے جتادیا تھا۔

"میں اگر چاہوں تو یہاں سے اپنے کمرے میں لے جاسکتا ہوں کسی کو خبر بھی نہیں ہوگی اور تم...... تم میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ مجھے روک سکو۔" وہ اسے جھٹکتے ہوئے گویا ایک بار پھر اس پر اس کی

اوقات واضح کررہا تھا۔ صلہ لڑکھڑا کر دور ہوئی اور نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ اس کی آنکھیں بہت خاموشی سے برس رہی تھیں۔ بے بسی، بے کسی، لاچاری کا احساس اضطراب بن کر رہ گیا تھا۔

"جاؤ واپس نیچے...... اگر کسی نے یہاں دیکھ لیا تو مصیبت میں پڑ جاؤ گی۔" حیدر نے اس کے سحر انگیز سراپا سے نگاہ چراتے ہوئے بظاہر تلخی سے کہا تھا۔ جتنا بھی اس پر غصہ تھا مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ وہ اس پر جبر نہیں کرسکتا تھا۔ یہ لڑکی اپنی تمام تر خودسری، نخوت اور اکڑ کے باوجود اسے عزیز تھی۔ اس کے جانے کے بعد بھی وہ کتنی دیر ٹہل ٹہل کر خود کو کمپوز کرتا رہا۔

☆☆☆

"میں تمہیں جانے سے نہیں روکوں گا لیکن تمہیں لوٹ کر یہیں آنا ہے۔" اگلے دن جب وہ جانے کو تیار تھی تو حیدر نے آکر اسے جتانا ضروری خیال کیا۔ صلہ اتنی متنفر تھی کہ نگاہ بھر کے اسے دیکھا تک نہیں۔ حیدر اس کی خفگی محسوس کرکے نرمی سے مسکرایا۔

"ناراض ہو؟" یہ سوال صلہ کو بھڑکا کے رکھ گیا۔

"میں تمہارے منہ نہیں لگنا چاہتی۔ تمہاری اوقات کے لیے یہ ایک فقرہ ہی کافی ہونا چاہیے۔" وہ عادت سے مجبور تھی، پسپا ہونا اسے پسند نہیں تھا حالانکہ اسی باعث وہ کتنا نقصان اٹھا چکی تھی۔

"تمہاری اوقات یہ ہے کہ تمہیں اس تمام تر نفرت اور بیزاری کے باوجود میرے ساتھ زندگی گزارنی ہے۔"

"میں ایسی زندگی پر لعنت بھیجنا زیادہ پسند کروں گی اگر ایسا ہوا تو......" وہ نفرت کی آخری سیڑھی پر جا کھڑی ہوئی۔

"یہ تو آنے والا وقت بتائے گا مسز...... قسم کھا کر کہوں کہ تم خود مجھ سے یہ گزارش کروگی۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ جنوں خیزی سے لبریز سرخ آنکھیں صلہ کو جانے کیوں خوف محسوس ہوا۔ اس نے نگاہ پھیر لی اس وقت وہ واقعی اس کے منہ نہیں لگنا چاہتی تھی۔

"رات تک رک جاؤ تمہارا مطالبہ پورا کردوں گا۔" اسے ہونٹ بھینچے دیکھ کر حیدر نے موڈ بدل کر مسکراہٹ دبائی اور صلہ کے چہرے پر خون چھلک آیا۔ وہ اس کی خباثت کا واقعی مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔ صبح ایک بار پھر ان کے بیچ تکرار ہوئی تھی۔ وہ ایک بار پھر وہی مطالبہ کررہی تھی اور وہ انکار کیے جارہا تھا۔

"ایسا مت کرو میرے ساتھ حیدر۔" وہ زچ ہوئی تھی جبھی منت پر اتر آئی۔

"یعنی طلاق نہ دوں تمہیں...... میں خود بھی تو یہی چاہتا ہوں جانِ من۔ کتنی حسین ہو تم میں چاہتا ہوں ہمیشہ تم میری بیوی رہو۔" وہ اس دل جلاتی مسکان سمیت بولا تھا جو صلہ کا خون جلا کر رکھ دیتی تھی۔ صلہ کا طیش پھر سے امڈ آیا۔

"تم ایسا نہیں کرسکتے، میں تمہیں مکرنے نہیں دوں گی۔" وہ حلق کے بل چیخنے لگی۔ پچھلے دنوں سے وہ اتنی ٹینشن کا شکار تھی کہ خود کو ہسٹیرک ہونے سے بچا نہیں سکی جبھی حیدر نے ٹوکا تھا۔

"کیا ہوگیا ہے تمہیں صلہ، اپنی پوزیشن کا خیال کرو۔ اگر کوئی یہاں آگیا تو؟"

"تم مجھے طلاق دو ابھی اسی وقت۔" وہ ہر صورت اس سے چھٹکارے کی متمنی تھی۔ یہ تعلق کوڑیالا سانپ تھا جو ہر لمحہ ہر پل اسے ڈستا تھا۔

"یہ تم نے سوچا بھی کیسے کہ میں تمہیں اتنی آسانی سے چھوڑ دوں گا۔" اس کی بات کے جواب میں وہ غرایا، صلہ ہکا بکا رہ گئی۔

"کیا مطلب؟" وہ سہمی نظروں سے اسے تکنے لگی۔

"کسی مرد کو اتنا شریف دیکھا ہے تم نے کہ وہ اپنے قبضے میں آئی حسین ترین لڑکی پر ہاتھ صاف کیے بنا چھوڑ دے۔ کتنا ترسایا ہے تم نے مجھے...... تمہیں تو

اندازہ بھی نہیں ہوگا۔“ اس کی زبان بھی اس کی نظروں اور سوچوں کی طرح سطحی اور گھٹیا تھی۔ صلہ شرم اور خفت سے کٹ کر رہ گئی۔

”مجھے تمہاری ہوس کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ ٹھیک ہے، تم یہ خراج وصول کرلو اور ہمیشہ کے لیے مجھے چھوڑ دو۔“ اس پل وہ خود بھی بے باک ہوگئی تھی۔ ورنہ ایک باحیا لڑکی اس قسم کی بات منہ سے نکالنے سے قبل مرنا پسند کرتی ہے۔ اس کے نزدیک یہ ایک کھیل تھا جس میں وقتی طور پر حیدر کو فتح حاصل ہوگئی تھی، وہ ہر صورت یہ جیت، یہ فتح دوبارہ حاصل کرلینا چاہتی تھی مگر خود کو پامال کرنے کے بعد۔ انتہا کی جذباتیت نے اس سے عقل چھین لی تھی۔ حیدر نے چونک کر اسے دیکھا پھر کسی قدر خباثت سے ہنس پڑا۔

”اس کا مطلب...... بہت جلدی ہے تمہیں!“

”ہاں ہے۔“ وہ بلا جھجک بولی۔ اسے اس پل یہ بھی پروا نہیں تھی کہ اس کی نسوانیت کس درجہ پستی میں گر رہی تھی۔

”مگر مجھے نہیں ہے...... کچھ دن انتظار کرلو۔“ وہ کندھے اچکا کر بولا اور وہاں سے جانے کو پلٹا تھا کہ ذلت، تکلی اور توہین کے احساس سے بھڑ بھڑ جلتی صلہ نے اس کا کالر پکڑ کر کھینچ لیا۔

”گھٹیا، انسان تم اپنی بات سے پھر رہے ہو۔ میں چھوڑوں گی نہیں تمہیں۔“

”اچھا۔“ وہ تمسخر سے ہنسا پھر کندھے اچکا دیے۔ ”تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ جو کرسکتی ہو تم کرو۔“ اس کے ہونٹوں کے ساتھ آنکھیں تک مسکرا رہی تھیں۔ صلہ ششدر ہوکر رہ گئی۔

”تم کہہ لو میں یہ ہوس ایک بار نہیں مٹا سکتا۔ بہت خوب صورت ہو تم...... میں ہمیشہ تمہیں ساتھ رکھنا چاہوں گا۔“ اس کا گال چھو کر وہ مسکرا کر کہتا وہاں سے چلا گیا اور صلہ وہ تو جیسے زمین میں گڑ گئی تھی۔ وہ تو یہ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اس سارے سلسلے میں اس کا اپنا قصور کس حد تک تھا اور اب حیدر کا اسی بات کا حوالہ اسے پھر سے جھلسا کے رکھ گیا تھا۔

”میں تم پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی۔ وہ آزمائش میں اس صورت سہتی اگر تم چپ چاپ مجھے طلاق دیتے مگر اب میں جان گئی ہوں، تم میں انسانیت اور شرافت سرے سے موجود ہی نہیں۔“

”چلو اچھی بات ہے تمہیں سمجھ آگئی۔ ویسے اتنے بڑے بول نہیں بولا کرتے، وقت کا کچھ پتا نہیں ہوتا۔ عین ممکن ہے کل پھر کسی مجبوری میں تمہیں یہ بات مجھ سے کہنی پڑ جائے۔“ وہ مسکرا رہا تھا۔ صلہ کے چہرے پر جیسے کسی نے آگ پھینکی تھی۔ یہ طے تھا کہ وہ اس آدمی کے گھٹیا پن کے آگے نہیں ٹھہر سکتی تھی جبھی پیر پٹختی خود وہاں سے چلی گئی تھی۔

☆☆☆

پھر کتنے بہت سارے دن بیت گئے۔ اسے صحیح معنوں میں اپنے نقصان کا احساس ہوا تو گم صم ہوکر رہ گئی۔ اس میں شک نہیں تھا کہ وہ حیدر کے پھینکے جال میں پوری طرح جکڑی جا چکی تھی جبکہ اس کی اس کمزوری کا احساس بھی کسی کو نہیں تھا۔ شہریار سے اس کی نسبت ٹھہر چکی تھی اور وہ کسی وقت بھی شادی کا مطالبہ کرسکتا تھا پھر کیا ہوتا...... دوسری جانب حیدر تھا جو ہرگز اسے چھوڑنے کو تیار نہیں تھا۔ وہ اتنی حواس باختہ تھی کہ کبھی کبھار گھبرا کر رونے بیٹھ جاتی۔ یہ صورتِ حال ایسی تھی کہ وہ کسی سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔ جو بھی تھا اس میں ہرگز شک نہیں تھا کہ قصور صرف اس کا تھا۔ اسے صاف لگتا یہ ممی کی حکم عدولی کی سزا ہے اگر شروع میں ان کی بات مانی ہوتی تو شاید یہ صورتِ حال اس حد تک گمبھیر نہ ہوتی۔ شہریار تو شاید یہ سن کر ہی بپھر جاتا اور مرنے مارنے پر تل جاتا۔ ممی نے بھی اسے ہی لعن طعن اور ملامت کرنی تھی۔ لے دے کر ڈیڈ رہ جاتے وہ ہارٹ پیشنٹ تھے شاید اس کی حماقت کی انتہا سہہ نہ پاتے۔ وہ جتنا سوچتی اسی قدر دماغ پلپلا ہونے لگتا۔

”صلہ تم خفا ہو ناں مجھ سے؟“ اس کے گریز سے

شانزے الگ ہلکان تھی۔ یہاں تک کہ اس سے ملنے گھر آ پہنچی تھی۔ صلہ کو اسے دیکھ کر الگ غصہ آنے لگا۔

”تم یہاں کیوں چلی آتی ہو؟“ اسے دیکھ کر وہ کلس کر بولی۔ اسے شانزے پر بھی تاؤ آ رہا تھا۔ اسی کی وجہ سے وہ منحوس آدمی ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔

”کیا اب میرے ملنے پر بھی پابندی ہے۔ تم تو مجھے اس قابل نہیں سمجھتی ہو۔“ شانزے کے دل پر چوٹ پڑی تھی جبھی سسک اٹھی۔ صلہ نے اِک نظر اسے دیکھا پھر اس کے لیے انٹرکام پر چائے آرڈر کرنے لگی۔

”تمہیں ہوا کیا ہے، اتنی ویک کیوں ہو رہی ہو۔ چہرہ بجھا بجھا سا ہو رہا ہے۔“ شانزے کو اسے دیکھ کر ہول اٹھنے لگے تھے۔

”کچھ نہیں۔“ اس نے بے اختیار نظریں چُرالیں۔

”مجھ سے بھی چھپاؤ گی اب؟“ شانزے کو جیسے بے تحاشا دکھ نے آن لیا۔

”میں کیا چھپاؤں گی، طبیعت ٹھیک نہیں ہے کچھ۔“ وہ جھنجلانے لگی۔ شانزے نے کچھ دیر اسے دیکھا پھر سر جھکا لیا۔

”اب کیا ہوا؟ منہ کیوں لٹکا لیا تم نے؟“ صلہ جھلّاتے ہوئے بولی۔ شانزے نے ٹھنڈی سانس لی۔

”میری شادی ہو رہی ہے صلہ۔ حیدر کو پتا نہیں کیا سوجھی ہے، فائنل ایگزام بھی نہیں دینے دے رہے۔“ شانزے کی اس بات نے اسے ایک دم ہی گم صم کر کے رکھ دیا۔

”یار تم میری سفارش ان سے کر دو ناں اور تو کسی کی نہیں سن رہے۔ میری اتنی سالوں کی محنت ہے۔“ اس کی سوچوں سے بے خبر شانزے اپنی کہے جا رہی تھی۔ صلہ نے ٹھنڈی سانس بھری۔ اس نے شانزے سے وعدہ کرلیا تھا حیدر سے بات کرنے کا۔ اس کے خیال میں اب وہ اسے زیادہ اچھے انداز میں فورس کرسکتی تھی۔ اس کے جانے کے بعد صلہ نے حیدر سے رابطہ کیا تھا۔ اس کے تعارف کے جواب میں وہ ٹوکتے ہوئے بولا۔

”بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں یہ تم ہی ہو صلہ۔“

”اچھا، تو الہام بھی ہوتے ہیں تمہیں؟“ وہ طنز کرنے سے باز نہیں رہ سکی۔

”ہاں جیسے یہ الہام ہوا تھا مجھ پر کہ تم اس دنیا میں صرف ایک مرد کے ساتھ خوش رہ سکتی ہو اور وہ مرد میں ہوں۔“ وہ کس سکون سے کہہ کر ہنس رہا تھا، صلہ کو اسی حساب سے آگ لگ گئی۔

”شانزے کے بارے میں بھی تمہیں ایسا ہی الہام ہوا ہوگا، ہے ناں...... شرم تو نہیں آتی ہوگی تمہیں؟“

”شرع میں کیسی شرم...... میں نے تم دونوں سے شادی کرنی ہے۔ دو کی مزید گنجائش ہے۔“ مجال ہے جو وہ لاجواب ہوجائے۔

”میری بلا سے تم چار کے بجائے آٹھ کرلینا مگر مجھے چھوڑ دو۔“

”تمہیں نہیں چھوڑ سکتا صلہ...... یہ بات بار بار نہ کیا کرو۔ اپنے لیے مشکلات میں اضافہ کرتی ہو... اس طرح۔“ اب اس کا لہجہ سرد اور سفاک تھا مگر وہ خائف نہیں ہوئی۔

”میں کورٹ سے رجوع کر کے بھی تم سے علیحدگی اختیار کرلوں گی۔ یہ میری ضد ہے کہ تمہیں اب جیتنے نہیں دوں گی۔“ وہ چیخنے لگی مگر حیدر نے قہقہہ لگا کر گویا اس کا مضحکہ اڑایا تھا۔

”نکاح نامہ ہے تمہارے پاس...... جب کوئی ثبوت نہیں تو کیس کیسے کروگی؟“ صلہ سرد پڑنے لگی تھی۔ وہ کچھ غلط نہیں کہہ رہا تھا۔ اسے ایک بار پھر اپنی شدید بے بسی کا احساس ہوا تو جھنجلا کر فون بند کر دیا تھا اور ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر سسکنے لگی۔

☆☆☆

شانزے کی شادی طے ہوگئی تھی۔ وہ روتی

دھوتی واپس گاؤں روانہ ہوگئی۔ صلہ سے شادی میں شریک ہونے کے وعدے لے کر مگر اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ دن یونہی گزر رہے تھے کہ اِک انجان نمبر سے اس کے سیل پر کال آئی۔

''تمہیں اپنے شوہر کی شادی کی یقیناً خوشی نہیں ہوگی مگر سہیلی کی شادی میں بہر حال تمہیں شریک ہونا چاہیے۔'' وہ حیدر تھا اپنے مخصوص دل جلانے والے انداز میں بات کرتا ہوا، وہ اتنا بھڑکی کہ فون بند کردیا۔ دوبارہ اس نمبر سے کال آنے لگی ایک بار دو بار تین بار صلہ ڈھیٹ بن گئی۔ اس کا حل نظر انداز کرنا ہی تھا۔ تب میسج ٹون بج اٹھی۔ اسی نمبر سے ٹیکسٹ تھا۔ صلہ نے بے دلی سے کھولا۔

''تمہیں مہندی کی رات حویلی میں پہنچنا چاہیے صلہ۔ مہندی کی رات اس لیے کہ یہ تمہاری گولڈن نائٹ ہوگی۔ میں بڑا اصول پرست ہوں یار۔ پہلی بیوی تم ہو تو مجھ پر پہلا حق بھی تمہارا ہی ہے۔ یاد رکھنا اگر تم نے اکڑ دکھانے کی کوشش کی تو تمہاری سہیلی اس وقت تک مجھے حاصل نہیں کرسکے گی جب تک میں تمہیں نہ پالوں۔'' صلہ کا چہرہ بے تحاشا سرخ ہوگیا۔ اس کی انگلی کی ایک جنبش نے یہ میسج ضائع کردیا۔ یہ طے تھا کہ اب اسے حیدر کی دھمکیوں کو خاطر میں نہیں لانا تھا۔ وہ اگر شانزے کی وجہ سے اسے بلیک میل کرنا چاہتا تھا تو یہ حیدر کی بھول تھی۔ بہر حال شانزے اس کی دُکھتی رگ کبھی نہیں رہی تھی۔

☆☆☆

شانزے کی شادی کا دن آیا اور گزر گیا۔ وہ شعوری نہیں تو غیر شعوری طور پر ضرور مضطرب تھی۔ حیدر سے خائف بھی مگر خیریت گزری تھی۔ اس کے بعد بھی بہت دن بیت گئے۔ شانزے کا کبھی کبھار فون آجاتا، وہ اس سے اس لاتعلقی کا شکوہ کرتی جو صلہ نے اس سے اپنائی تھی مگر صلہ کبھی اسے خاطر میں نہیں لائی۔ انہی دنوں جب.... گرمیاں رخصت ہورہی تھیں شہریار اچانک واپس آگیا۔ ممی کے ذریعے اسے شہریار کے ارادوں کا بھی پتا چل گیا کہ وہ شادی کرنا چاہ رہا ہے۔ صلہ کی پھر سے جان پر بن آئی۔ حیدر سے بات کرنے کا معلوم نہیں کس حد تک فائدہ ہوتا کہ آج کل اس کی جانب سے مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ وہ ایک بار پھر اس سے اپنا مطالبہ دُہرانے کا سوچ رہی تھی کہ اس سے پہلے شہریار نے خود اس سے رابطہ کرکے ملنے کا کہہ دیا۔ اسے شکوہ تھا کہ صلہ اسے نظر انداز کررہی ہے حالانکہ یہ نظر اندازی نہیں تھی، وہ اپنے مسائل میں اس طرح الجھ گئی تھی ورنہ محبت صرف شہریار نے نہیں کی تھی وہ بھی اس سے بے تحاشا محبت کرتی تھی۔ صلہ اسی شام اس سے ملی تھی اور بہت سبھاؤ سے اپنی کچھ خود ساختہ مجبوریاں بیان کرکے فی الحال شادی روکنے کا مطالبہ کیا۔ شہریار جز بز تو ہوا البتہ اسے انکار نہیں کرسکا۔ صلہ کی ٹینشن آدھی سے زیادہ ریلیز ہوگئی مگر اس وقت وہ حواس قائم نہیں رکھ سکی تھی جب اگلے دن کالج سے واپسی پر اسے حیدر نے غیر متوقع طور پر اس وقت اپنی گاڑی میں زبردستی کھینچ کر بٹھالیا تھا جب وہ پارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی کا دروازہ کھول رہی تھی۔

''واٹ نان سینس۔'' حیدر کو روبرو اور خطرناک تیوروں کے ساتھ پاکر وہ اپنی جان ہوا ہوتی محسوس کرچکی تھی مگر اس پر اپنا خوف ظاہر کرکے اسے شیر ہونے کا موقع بھی نہیں دینا چاہتی تھی جبھی ناگواری سے بولی تھی۔

''کل کس کے ساتھ تھیں تم؟'' حیدر نے خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

''تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے؟'' وہ بھڑک اٹھی مگر حیدر اس کے بھڑکنے کو برداشت نہیں کرسکا جبھی اگلے لمحے اس کے الٹے ہاتھ کا تھپڑ صلہ کا چہرہ پھیر کر رکھ گیا تھا۔

''تمہاری بے شرمی اور بے باکی کی کوئی حد ہے کہ تم اپنے شوہر پر کس دھڑلے کے ساتھ اپنا گناہ ظاہر کررہی ہو۔'' اس پل وہ سراپا قہر تھا، صلہ تو

بھونچکی رہ گئی تھی۔ تبھی اس کی آنکھیں خوف اور حیرت کے باعث پھٹ سی گئیں۔

''میں ابھی اسی وقت تمہیں اپنے ساتھ لے جارہا ہوں۔ سمجھ لو رخصتی ہوگئی تمہاری۔ اس سے زیادہ چھوٹ نہیں دے سکتا میں تمہیں کہ تم میری عزت یوں رولتی پھرو۔'' وہ بھڑک کر پھنکارتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ صلہ جیسے اسی پل ہوش میں آئی۔

''وہ شہریار ہے میرا فیانسی...... جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا اس کی سوائے میرے کسی کو بھی خبر نہیں ہے۔ میں اس سے شادی نہ کرنے کی وجہ سے ملی تھی اور......''

''اور اب سب کو پتا چل جائے گا......تم خود بتاؤ گی یا میں بتاؤں۔'' وہ ہنوز شعلہ جوالہ بنا ہوا تھا۔ صلہ کا دل پاتال میں گرنے لگا۔

''دیکھو دس از ناٹ فیئر۔ یہ سب کچھ اس طرح نہیں ہوسکتا میں......''

''اپنی بکواس بند رکھو صلہ۔ میں نے کہا ناں میں تمہیں مزید چھوٹ نہیں دے سکتا، تم میری بیوی ہو تو یہ بات اب سب کو معلوم ہونی چاہیے۔'' وہ اتنی زور سے غرایا کہ صلہ کی سماعتیں بیکار ہونے لگیں مگر وہ ہارنا نہیں چاہتی تھی۔

''تمہاری وجہ سے میں پہلے ہی بہت ذلیل ہوچکی اپنی نظروں میں حیدر، اب اور نہیں......اگر تم مجھے اس طرح اپنے ساتھ لے کر جاؤ گے تو میں قسم کھا کر کہتی ہوں میں زہر پھانک لوں گی۔ یہ آخری فتح تمہارا نصیب نہیں بننے دوں گی میں۔'' وہ ضبط کھو کر چیخ اٹھی تھی۔ حیدر کے سنگی چہرے پر لمحے بھر کو تغیر پیدا ہوا۔ شاید نہیں یقیناً صلہ کے لہجے و انداز میں اتنی پختگی اور شدت تھی کہ وہ اس پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکی۔

''میں جانتا ہوں جتنی نفرت تم مجھ سے کرتی ہو ساری عمر بھی خود سے یہ سب نہیں چاہوگی مگر صلہ میں ہر قیمت پر تمہیں حاصل کروں گا، یہ یاد رکھنا۔'' اس نے گاڑی کا رخ پھیر دیا تھا اس کے بعد وہ اسے اس کے گھر کے سامنے ڈراپ کرکے مزید کچھ کہے سنے بغیر چلا گیا۔ صلہ کے لیے فی الحال یہی کافی تھا کہ وہ طیش سے بپھرے مرد کے چنگل سے صحیح سالم بچ نکلی تھی۔

☆☆☆

زندگی پر جیسے جمود چھا گیا تھا......وہ ہر چیز سے بیزار رہنے لگی تھی۔ ممی اس کے بدلے مزاج پر حیران ہوا کرتیں۔ اسے قطعی سمجھ نہیں آئی تھی وہ ایسا کیا کرے کہ اس مصیبت سے جان چھڑا لے۔ حیدر سے اس دوران جتنی بار بھی اس نے رابطہ کیا اس کا ایک ہی جواب تھا۔

''مجھے تمہیں طلاق دینے میں حرج نہیں لیکن پہلے شانزے کو دوں گا۔'' اُدھر شانزے تھی جو بے چاری ہر قسم کے حالات سے بے خبر...... حیدر کی لاتعلقی نے جسے توڑ کے رکھ دیا تھا۔ چونکہ وہ خود کو سب سے زیادہ صلہ کے نزدیک پاتی تھی اپنا دکھ اس کے آگے کھولا تھا۔

''شادی کے محض چند ماہ بعد ہی ہر کوئی مجھ سے بچے کے متعلق سوال کرنے لگا ہے صلہ، میں کیا جواب دوں۔ حیدر کا تو مجھ سے ایسا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتی اگر وہ مجھے اتنا ناپسند کرتے تھے تو پھر یہ شادی ہی کیوں کی۔ وہ بھی اتنی جلدی۔''

اس کے آنسو نہیں رکتے تھے اور صلہ کو لگتا تھا کہ کسی نے اسے کند چھری سے ذبح کرنا شروع کردیا ہو۔ حیدر اس حد تک گر جائے گا۔ وہ اتنا کینہ پرور ہوگا صلہ کو گمان تک نہیں تھا۔ اب وہ سمجھی تھی اس نے سارا کھیل کس خوبی سے کھیلا تھا۔ مقصد یقیناً صلہ کو قابو کرنا، بے بس کرنا تھا۔ وہ جتنی بھی بے حس سہی مگر اس سے شانزے کا دکھ برداشت نہیں ہوا جبھی وہ اس سے بات کرنے پر مجبور ہوئی تھی۔

''شانزے کا کوئی قصور نہیں ہے۔ اسے کیوں سزا دے رہے ہو؟'' اس نے چھوٹتے ہی مقصد کی بات کی تھی۔ تمام تر غصے کے باوجود اس نے لہجہ

کنٹرول میں رکھا تھا۔ وہ ہٹ دھرم انسان تھا اگر مزید اکڑ جاتا تو وہ کیا کرسکتی تھی۔

''یہ سزا اسے میں نہیں، تم دے رہی ہو۔'' جواباً اس کا لہجہ روکھا اور سرد تھا۔ صلہ حق دق رہ گئی......

''میں دے رہی ہو؟''

''میں نے کہا بھی تھا صلہ کہ تم میری پہلی بیوی ہو۔ میں یہ مقام یہ درجہ تمہیں دینا چاہتا ہوں۔ جب تک تم اپنی حیثیت واضح نہیں کرتیں، میرے حقوق ادا نہیں کرتیں، میں بھی پابند نہیں ہوں سمجھیں۔'' وہ نہایت غصے میں لگ رہا تھا۔ صلہ نے ہونٹ بھینچ لیے۔

''تم جانتے ہو ایسا ممکن نہیں ہے، تم ہمیں مزید الو نہیں بنا سکتے...... شرافت اسی میں ہے کہ اپنا رویہ بدل لو۔'' صلہ نے بغیر کسی لحاظ کے تلخی و تنفر سے کہا، وہ جواباً ہنسنے لگا۔

''ایک بات ہمیشہ کے لیے کان کھول کر سن لو صلہ، میں تمہیں ساری زندگی طلاق نہیں دوں گا۔ شانزے بھی یونہی رہے گی۔ بے اولاد تو وہ کہلائی جارہی ہے۔ پوزیشن اس کی مشکوک ہے۔ بانجھ بھی وہی کہلائے گی اس صورت میں کہ جب میں ایک اور شادی کروں گا اور میری اولاد بھی ہوگی، سمجھ رہی ہو؟ اب فیصلہ کرلینا، زیادتی کون کررہا ہے۔ شانزے کے ساتھ تم یا پھر میں......؟''

اس بار سلسلہ پہلی مرتبہ حیدر نے خود منقطع کردیا۔ صلہ پتھرا سی گئی تھی۔ اسے لگا تھا اس کے وجود سے بھاری پتھر بندھا ہے اور اس کا وجود ہر لمحہ گہرے تاریک سمندر میں ڈوبتا جارہا ہے۔

پھر وہ پوری طرح سے ہار گئی۔ ہوا پہلے بھی وہی تھا جو حیدر نے چاہا تھا ہُوا اب بھی وہی تھا جو حیدر چاہتا تھا۔ ہوتا ہے ایسا بھی کبھی کہ کوئی جیتتا ہے تو جیتتا چلا جاتا ہے...... اور کسی کے مقدر میں مستقل ہار لکھ دی جاتی ہے۔ صلہ اور حیدر کے معاملے میں بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ صلہ نے خود ممی، ڈیڈ اور شہریار کے سامنے اپنا مطالبہ رکھا اور اپنی سہیلی کے شوہر کی بیوی بن کر گاؤں اس کی حویلی میں آگئی۔ اس روز اس کی سج دھج دیکھنے والی تھی۔ اس سج دھج کے ساتھ وہ پیا دیس نہیں مقتل میں آئی تھی اور اپنی سہیلی کی خوشی کی خاطر قربان ہوگئی۔ وہ سہیلی جس نے ہمیشہ اس سے محبت کی تھی...... جس نے ہمیشہ اسے اولیت دی تھی...... جس نے ہمیشہ اسے دیا تھا۔ وہ سب جو اس نے اس سے چاہا...... مان، چاہ، خلوص، ایثار، وفا، محبت پھر وہ کیسے پیچھے رہ جاتی وہ بھی اس صورت جب ہاتھ پھیلا کر شانزے نے خود مانگ لیا تھا اس سے۔

صلہ اس روز بینک کے کسی کام سے جارہی تھی جب بالکل اچانک شانزے چلی آئی تھی۔ صلہ کتنی حیران ہوئی تھی اسے دیکھ کر۔

''تم...... تمہارے شوہر نے تمہیں اجازت دے دی حویلی سے نکلنے کی؟'' صلہ خود کو سنبھال کر دانستہ مسکرائی۔

''ہاں دے دی اجازت، تمہارے معاملے میں حیدر ضرورت سے زیادہ فیاض ہیں۔'' شانزے کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ وہ چونک اٹھی تھی۔

''کیا مطلب؟'' وہ جزبز ہی نہیں ہوئی متوحش بھی ہونے لگی تھی۔

''ان باتوں کو چھوڑو۔ یہ بتاؤ صلہ اگر میں ڈوب رہی ہوں تو تم مجھے بچانے کی سعی کروگی...... کروگی تو کس حد تک؟'' عجیب سوال تھا اور صلہ سرد پڑنے لگی تھی۔ وہ اس بات سے خائف تھی۔

''تمہیں یاد ہے صلہ تمہیں ایک بار میرا سونے کا بریسلٹ پسند آگیا تھا۔ وہ میں نے تمہیں دے دیا۔ تمہیں میرا ڈریس پسند آیا میں نے خوشی سے تمہیں تھما دیا۔ یہ بہت معمولی چیزیں تھیں صلہ جنہیں تمہیں دیتے وقت مجھے کوئی خیال اور احساس تک نہیں تھا...... کبھی مجھے ان کے بدل میں تم سے تمہاری سب سے انمول چیز یعنی تمہیں مانگنا پڑ جائے گا۔ مجھے معاف کردینا صلہ میں بہت کم ظرف ثابت ہوئی ہوں۔'' اپنی بات ادھوری چھوڑ کر ہاتھوں میں چہرہ ڈھانپے وہ بلک بلک کر رونے لگی جبکہ صلہ سکتے میں تھی۔

''میری عزت...... میری گرہستی...... میری ساری زندگی کی خوشیاں تمہاری ایک ہاں کی منتظر ہیں، تم حیدر کو انکار نہ کرو...... وہ میرے نہیں تمہارے ہیں، میں تمہیں ان سے مانگنے آئی ہوں صلہ، چاہو تو مجھے خالی لوٹا دو، چاہو تو میری جھولی بھر دو اگر نکاح کسی مجبوری میں کیا تھا تو اب رخصتی بھی کرالو...... پلیز...... پلیز......'' وہ کہہ رہی تھی اور صلہ ساکت بیٹھی تھی۔ اسے لگا فضا سے یکلخت آکسیجن ختم ہوگئی ہو۔ ہر سمت حبس تھا اور تاریکی۔ اس وقت وہ بادشاہ تھی اور شانزے سوالی...... وہ اس سوالی کو خالی نہیں لوٹا سکی۔ اس نے اس کا دامن بھرا اور خود عمر بھر کو خالی ہوگئی...... کچھ تعلق اور رشتے اپنا خراج وصول کرتے ہیں۔ شانزے سے اس کا تعلق بھی ایسا ہی ثابت ہوا تھا۔

☆☆☆

پھر پتا نہیں کتنا عرصہ بیت گیا لیکن بہت بیت گیا تھا۔ اس کے لیے تو ایک صدی کے برابر تھا۔ اس کی ہٹ دھرمی اور ضد کا نتیجہ تھا کہ ممی اور ڈیڈ اس سے ہنوز خفا تھے اور لاتعلق بھی...... شانزے پریگننٹ تھی مگر اس کی طرح شانزے بھی پوری طرح خوش نہیں تھی...... اس نے صلہ سے محبت کی تھی اور اس محبت کا خراج صلہ سے وصول کرکے بھی وہ خوش نہیں تھی۔ وہ اکثر اس سے معافی مانگتی اور اس کے سامنے شرمندہ شرمندہ پھرا کرتی...... حالانکہ صلہ کو اس سے شکایت نہیں تھی۔ شکایت تو اسے حیدر سے تھی۔ جس نے اسے اس کی مرضی کے خلاف چلنے پر مجبور کردیا تھا۔ پریگنینسی کے باعث شانزے کی طبیعت اکثر خراب رہتی تھی۔ اس وقت صلہ اس کی طبیعت کا ہی پوچھنے آئی تھی مگر اس کے قدم چوکھٹ پر ہی ساکن رہ گئے تھے۔ حیدر اس کے ساتھ تھا وہ اس سے صلہ کے متعلق ہی بات کررہا تھا۔ وہ چاہنے کے باوجود نہیں پلٹ سکی۔

''تم صحیح کہتی ہو شانزے، محبت زور زبردستی سے حاصل نہیں ہوتی۔ اب جاکے ہی تو میں نے اس

بات کو سمجھا ہے۔ صلہ بجھ کر رہ گئی ہے۔ وہ میرے لیے مفتوح زمین کا اِک ٹکڑا ہے جسے اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ اس پہ بیج بویا جارہا ہے یا پھر بے آب و گیاہ چھوڑ دیا گیا۔ میں نے بہت جلد یہ جان لیا تھا کہ جسم کی فتح سے دل فتح نہیں کیے جاسکتے...... اور محبت کی فتح تو دلوں کی فتح میں ہے...... میں نے اس سے محبت کی ہے تو یہ میری فطری خواہش تھی وہ مجھے چاہے، مجھ سے محبت کرے، ایسا تو شاید قیامت تک ممکن نہیں۔ وہ نفرت کرتی ہے مجھ سے۔'' وہ روہانسا ہورہا تھا۔ صلہ نے ہونٹ بھینچ لیے۔

''اب میرا دل چاہتا ہے، میں اسے ساری دنیا کی خوشیاں دے دوں مگر میری مفلسی کا عالم یہ ہے کہ میں اسے اِک مسکراہٹ تک نہیں دے سکتا۔ اپنی خواہش کی جنوں خیزی میں، میں نے کتنے دلوں کو اجاڑ دیا ہے تمہارا خود اپنا، صلہ کا اور شہریار کا بھی۔ وہ صلہ سے بہت محبت کرتا تھا۔'' وہ پلٹی تو حیدر ایک دکھ کی کیفیت میں بوجھل آواز سے کہہ رہا تھا۔ صلہ سرد آہ بھر کے رہ گئی تھی۔ وہ صحیح کہتا تھا بہت دل اجڑ گئے تھے اور اب کوئی ازالہ بھی ممکن نہیں تھا۔

☆☆☆

بدلتے موسم ماہ سال کے گزرنے کا پتا دیتے رہے، اب موسم سرما کی آمد کے ساتھ عیدالضحیٰ کی بھی آمد تھی۔ شانزے شاپنگ کرنے گئی تھی۔ حیدر نے صلہ کو بھی ساتھ لے جانا چاہا مگر اس نے اسی بے دلی سے انکار کردیا جو اس سے شادی کے بعد اس کے دل میں اتر آئی تھی۔ یہ نو ذی الحجہ کی شام تھی جب ممی غیر متوقع طور پر اس سے ملنے چلی آئیں۔ اس کی عیدی اور بے تحاشا محبتوں کے ہمراہ...... وہ تو ششدر سی رہ گئی۔

''آپ نے معاف کردیا مجھے؟'' اس کا گلا آنسوؤں سے بھرانے لگا تھا۔

''بھلا والدین بھی اولاد سے خفا رہ سکتے ہیں؟ وہ تو تمہاری اس ضد نے ہمیں وقتی طور پر بدگمان کردیا تھا مگر پھر حیدر نے مجھے ساری بات بتائی

......قصور تمہارا نہیں تھا، خیر جانے دو، جو ہونا تھا ہوگیا۔" ممی اکیلی نہیں آئی تھیں ان کے ساتھ ڈیڈ اور آفاق بھائی بھی تھے۔ ان کی شادی عید کے بعد تھی۔ وہ لوگ انہیں انوائٹ کرنے بھی آئے تھے۔

"آپ اب خفا تو نہیں ہیں ناں مجھ سے؟" جب وہ لوگ جا رہے تھے صلہ نے ممی کا بازو پکڑ کر اِک خوف کی کیفیت میں سوال کیا تھا۔ ممی نے سرد آہ بھری۔

"اب تو خفا رہنے کا جواز ہی نہیں ہے بیٹے۔ مجھے بس اس بات کی تکلیف ہے کہ تمہیں اپنی دوست جتنی بھی عزیز تھی مگر اس کی خاطر تمہیں پھر بھی اتنا بڑا قدم نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔ یہ تمہارا اسٹینڈرڈ نہیں تھا بیٹے۔" ممی واقعی ملول تھیں۔ اس نے بھنچی ہوئی سانس کھینچی۔

"یہ میرا نصیب تھا ممی! اور نصیب خدا کا طے کیا ہوا ہوتا ہے۔ میں نے جو کیا تھا اس کی جزا سزا تو مجھے اللہ نے دی مگر میں نے صرف اور صرف اپنی سہیلی کی خاطر یہ قدم اٹھایا۔ میں کبھی خود کو سمجھ ہی نہیں سکی تھی شاید...... میرا نام آپ نے صلہ رکھا تھا تو پھر وہ کسی کے لیے بوجھ کیسے بن سکتی تھی۔ خیر آپ پریشان نہ ہوں۔ میں اپنی زندگی سے مطمئن ہوں۔" اس نے اپنے طور پر انہیں ریلیکس کرنے کی کوشش کی تھی پھر اسی رات جب حیدر بیڈ پر اس کے برابر سونے کو آ کر لیٹا تو صلہ نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"یہ سب آپ نے کیا مگر کیوں......؟"

"اپنی زیادتی کا کچھ نہ کچھ ازالہ کرنے کی خاطر...... صلہ مجھے احساس ہے کہ میں نے تمہارے ساتھ......" وہ خاموش ہوگیا۔

"کیا جو کچھ ہوگیا اسے دُہرانا بہت ضروری ہے؟ ہم بھول بھی سکتے ہیں حیدر......" وہ پہلی بار اسے دیکھ کر مسکرائی۔ حیدر قدرے حیران سا اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"تم سچ کہہ رہی ہو؟" وہ پُرجوش بھی تھا اور خوش بھی...... صلہ نے گہری سانس بھری۔

"اِک سچ کچھ دن پہلے آپ نے بھی کہا تھا پر بجائے شانزے سے اگر محبت مجھ سے کی تھی تو اظہار مجھ سے کرنے میں کیا حرج تھا؟" وہ خفا ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔ حیدر پہلے ٹھٹکا پھر خفت زدہ ہو کر سر کھجانے لگا۔

"تمہارے سامنے کہنے کی ہمت نہیں تھی۔ پتا نہیں تم یقین کرتی نہیں کرتیں۔"

"کاش آپ نے یہ بزدلی باقی کارناموں میں دکھائی ہوتی تو آج میں یہاں نہ ہوتی۔" اس کے دل سے ہوک نکلی۔

"صلہ تم نے مجھے معاف کر دیا ناں؟ میں اتنا شرمندہ تھا کہ معافی مانگتا بھی کیسے...... محبت کا اظہار کرتا بھی تو کیسے؟ میں نے تمہیں تم سے چھینا تھا چالبازی سے، دھوکے سے۔" وہ افسردہ ہونے لگا۔

"اِٹس اوکے حیدر، بھول جائیں...... میں نے جان لیا کہ یہی قدرت کی رضا تھی۔ اب میں آپ کے اور شانزے کے ساتھ خوش ہوں۔" اس نے حیدر کے دل پر دھرا بوجھ سرکانا چاہا اور کامیاب رہی تھی۔ حیدر واقعی سب کچھ بھلا کر چہکنے لگا تھا۔ کل عید تھی وہ جا کر شانزے کو بھی بلا لایا...... اور وہ چوڑیاں بھی نکال لایا جو اس نے خریدی تھیں۔ وہ دونوں بے حد خوش تھے۔ صلہ نے بھی خود کو خوش ظاہر کیا۔ اس میں حرج بھی کیا تھا۔ قربانی خوشی سے ہی دی جاتی ہے ورنہ قبول نہیں ہوتی۔ وہ خوش نہیں تھی۔ خوشی ظاہر تو کر سکتی تھی۔ یہ اللہ کا فیصلہ تھا جبھی تو آج اس کی حیثیت یہ تھی۔ اللہ نہ چاہتا تو حیدر کچھ بھی کر لیتا۔ وہ صلہ کو حاصل نہیں کر سکتا تھا اگر یہ اللہ کا فیصلہ تھا تو پھر اسے قبول کرنے میں قباحت کیوں...... جب تک وہ نہیں سمجھی تھی ٹھیک تھا...... اب یہ بات سمجھ آ گئی تھی تو سر جھکا لیا تھا۔ اسے یقین تھا اس کے دل میں گنجائش نکالنے والا اللہ اس کے دل میں محبت بھی جگا دے گا۔